قرآنی حقائق بیان کرنے والا

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

الفرقان

مدیر مسئول
ابوالعطاء جالندھری

اخاء 1348 ہش
اکتوبر 1969ء

اعتراف حقیقت

ایک انگریز عیسائی پادری کی تازہ کتاب سے بلا تبصرہ :

"The primary significance of the Ahmadiyya Movement lay in its missionary emphasis. Every Muslim believed that Islam was the only religion free from error. The Ahmadiyas made it part of their principles to show the errors of other religions to their adherents and to proselytize energetically for Islam. In a sense, the Ahmadiyas represent the Muslims emerging, religiously speaking, from the withdrawal that had begun with the arrival of the British, just as the Muslim League represents the political emergence from that same withdrawal. ....It is somewhat ironic that the sect most attacked by Muslims in India and Pakistan has also been that which has worked hardest, in both its brances, to defend and extend Islam against the competition offered by other faiths."

(Islam and Pakistan by Freeland Abbott P. 160—161)

ترجمہ :-

بنیادی طور پر تحریک احمدیت کو اس لئے اھمیت حاصل ھے کہ اس میں تبلیغ پر خاص زور دیا جاتا ھے۔ یوں تو ھر مسلمان اس بات پر ایمان رکھتا تھا کہ صرف اسلام ھی ایک ایسا مذھب ھے جو تمام نقائص اورغلطیوں سے پاک ھے لیکن احمدیوں نے خاص طور پر اس بات کو اپنے اصولوں میں شامل کر لیا کہ دوسرے مذاھب کی غلطیوں کو طشت ازبام کیا جائے اور ان کے پیروکاروں کو پرزور تبلیغی کوششوں کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام کیا جائے۔ ایک رنگ میں احمدیہ جماعت مسلمانوں کی انگریزوں کے آنے کے بعد مذھب سے بیگانگی کی حالت سے دوبارہ میدان عمل میں آجانے کی دلیل ھے - اور یہ بات بالکل ایسی ھی ھے جیسی کہ مسلم لیگ کے ذریعہ مسلمان جو سیاست چھوڑ چکے تھے دوبارہ سیاسی میدان میں اتر آئے . . . . . . یہ عجیب ستمظریفی ھے کہ ھند و پاکستان میں مسلمان جس فرقہ کی سب سے زیادہ مخالفت کرتے ھیں وہ وھی فرقہ ھے جس نے (دونوں شاخوں نے) سب سے زیادہ اسلام کا دفاع کیا ھے اور اسے پھیلانے کیلئے کوشش کی ھے۔ اور یہ سب کچھ باقی تمام ادیان کا مقابلہ کرتے ھوئے کیا گیا ھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۹ شمارہ ۱۰	الفرقان اکتوبر ۱۹۶۹ء	شعبان ۱۳۸۹ ہجری قمری اخاء ۱۳۴۸ ہجری شمسی

ترتیب

- انگوری باغ کی تمثیل (عیسائی صاحبان کیلئے خاص توجہ کے قابل) ایڈیٹر — ص۲
- شذرات — " — ص۶
- البیان (نساء ع ۲۰، ۲۱ کا ترجمہ و مختصر تفسیر) ابوالعطاء — ص۹
- ابتدائی کلیسا میں کشمکش — جناب مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر مربی سلسلہ احمدیہ — ص۱۷
- حاصل مطالعہ — جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد — ص۲۳
- ایک عجیب خبر (ماخوذ) — ص۲۴
- قرآن ایک چشمۂ آب حیات ہے (نظم) — جناب عاجز عظیم آبادی — ص۳۵
- ہدیۂ عقیدت بحضور سرورِ کائنات (نظم) — جناب حنیف ادیب صاحب — ص۳۶
- ایک مجاہد کے والد کے جذبات (نظم) — جناب عبدالحمید صاحب آصف — ص۳۷
- المسجد الاقصیٰ (نظم) جناب وسیم گورداسپوری — ص۳۷
- محترم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب مرحوم کی یادیں (نظم) — جناب مولوی محمد شفیع صاحب اشرف مربی سلسلہ احمدیہ راولپنڈی — ص۳۸
- حیاۃ ابی العطاء (چند منتشر یادیں) قسط ۸ — ص۴۱
- "کفر و اسلام کے درمیان معلّق" (فتویٰ) — جناب مودودی صاحب — ص۴۶
- اشتہارات — ص۴۷، ۴۸

الفرقان کا سالنامہ

ماہ نومبر اور دسمبر دو ماہ کا رسالہ الفرقان
کا سالنامہ ہوگا جو نہایت ٹھوس دینی
اور علمی مقالات کا مرقع ہوگا۔ اس کا حجم ڈیڑھ صد
صفحات ہوگا۔ اس کے حصول کے لئے ابھی سے
خریدار بن جائیں علیحدہ سالنامہ کی قیمت ۲۵/۱ ہوگی۔
خریداروں کو سالانہ چندہ میں ہی ملے گا۔

مینیجر

سالانہ اشتراک

۱۔ پاکستان کے لئے ۔۔۔۔ چھ روپے
۲۔ دیگر ممالک کے لئے ۔۔۔۔ تیرہ شلنگ
یا دس روپے
۳۔ ہوائی ڈاک سے بارہ روپے مزید

اداریہ

انگوری باغ کی تمثیل

عیسائی صاحبان کے لئے خاص توجہ کے قابل

متی، مرقس اور لوقا کی اناجیل میں انگوری باغ کی ایک لطیف تمثیل درج ہے حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص نے انگوری باغ لگا کر باغبانوں کو ٹھیکے پر دیا اور ایک بڑی مدت کے لئے پردیس چلا گیا اور پھل کے موسم پر اس نے ایک نوکر باغبانوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ باغ کے پھل کا حصہ اُسے دیں لیکن باغبانوں نے اس کو پیٹ کر خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ پھر اس نے ایک اور نوکر بھیجا انہوں نے اس کو بھی پیٹ کر اور بے عزت کرکے خالی ہاتھ لوٹا دیا پھر اس نے تیسرا بھیجا انہوں نے اس کو بھی زخمی کرکے نکال دیا۔ اس پر باغ کے مالک نے کہا کہ کیا کروں؟ میں اپنے پیارے بیٹے کو بھیجوں گا شاید اس کا لحاظ کریں۔ جب باغبانوں نے اُسے دیکھا تو آپس میں صلاح کرکے کہا کہ یہی وارث ہے اسے قتل کریں کہ میراث ہماری ہو جائے پس اس کو باغ کے باہر نکال کر قتل کیا۔ اب باغ کا مالک ان کے ساتھ کیا کرے گا؟ وہ آکر ان باغبانوں کو ہلاک کرے گا اور باغ اوروں کو دے دیگا۔ انہوں نے یہ سُن کر کہا خدا نہ کرے۔ اس نے ان کی طرف دیکھ کر کہا پھر یہ کیا لکھا ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ جو کوئی اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا"

(لوقا ۲۰/۹-۱۸)

اس لطیف مثال میں دنیا کو باغ قرار دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو باغ کا مالک ٹھہرایا گیا ہے۔ نبیوں اور رسولوں کو اللہ تعالیٰ کے کارندے۔ جو باغ کے ٹھیکہ داروں (اسرائیلی اُمت) سے باغ کے پھل کا حصہ لینے کے لئے بھیجے جاتے رہے۔

دنیا کے فرزندوں نے ابتدا سے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ سخت بدسلوکی کی، ان کو مارا پیٹا، بے عزت کیا، قتل کیا اور باغ کا پھل دینے سے انکار کرتے رہے۔ مذکورہ مثال میں ذکر ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے چہیتے بیٹے مسیح کو بھیجا کہ لوگ اس کا تو کچھ لحاظ کریں گے مگر انہوں نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک

کیا بلکہ پہلے سے بھی بدتر طریق سے اس سے پیش آئے۔

اس مرحلہ پر حضرت مسیح اپنے مخاطب اسرائیلیوں سے فرماتے ہیں کہ اب باغ کا مالک آئیگا اور:۔

" وہ آکر ان باغبانوں کو ہلاک کرے گا اور باغ اَوروں کو دے دیگا"

انجیل بتلاتی ہے کہ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ " خدا نہ کرے " یعنی ایسا نہ ہو۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح نے ان لوگوں کو کتاب مقدس کی پُرانی پیشگوئی یاد دلائی جس میں لکھا ہے کہ:۔

" جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی **کونے کے سرے** کا پتھر ہو گیا۔ جو کوئی اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے لیکن جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔"

گویا حضرت مسیحؑ نے بتلا دیا کہ یہ تو اب اٹل نوشتہ ہے اور اب میرے بعد خود باغ کا مالک ہی آئیگا اور وہ باغ بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) سے لے کر دوسری قوم کو دے دیگا۔ وہ قوم وہی ہے جسے **مدتوں " معماروں "** نے رد کئے رکھا یعنی آئندہ خدا کی بادشاہت بنی اسمٰعیل کے سپرد ہوگی۔

مسیحی صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ اِس پیشگوئی اور حضرت مسیحؑ کی اِس لطیف مثال کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ اس سے واضح طور پر ثابت ہے کہ پہلے نبیوں یا حضرت مسیحؑ کے دوبارہ خود آنے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اب حضرت مسیحؑ کے بعد آنے والا **باغ کا مالک** ہے خود مسیح ہرگز نہیں آئیں گے اسلئے حضرت مسیح کی جسمانی آمد کی امید نہ پوری ہونے والی امید ہے۔ اب آنے والا باغ کا مالک آ گیا ہے۔ تمثیلی زبان میں اس کی آمد خدا کی آمد قرار دی گئی ہے اور باغ عملاً **اَوروں** کو دیا جا چکا ہے۔ باغ کو پھل لگ رہے ہیں اور باغ کے نئے باغبان تیرہ سَو برس سے پھل دے رہے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ روحانیت اور آپؐ کی شریعت کو تازہ بتازہ اور نو بہ نو پھل لگ رہے ہیں جن میں حضرت امام مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام نمایاں ترین پھل ہے۔ یہ اِس بات کا **بدیہی ثبوت** ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی انگوری باغ والی تمثیل پوری ہو چکی ہے اور مسیحیوں کے لئے **اسلام قبول** کرنے میں ہی نجات ہے۔ وما علینا الّا البلاغ المبین +

طالبانِ حق مسیحی صاحبان کے لئے

ایک مخلص دوست نے الفرقان کے دس پرچے ایک سال کے لئے تحقیق کرنے والے مسیحی دوستوں کے نام جاری کرنے کے لئے رقم ارسال فرمائی ہے۔ مسیحی صاحبان اس اعلان کے حوالہ سے اپنے نام **الفرقان** بطور ھدیہ جاری کرا سکتے ہیں۔

(مینجر الفرقان۔ ربوہ)

شذرات

(۱) کلیسیا کے عوام بے ایمان اور لیڈر بزدل ہیں

مسیحی رسالہ کلامِ حق گوجرانوالہ لکھتا ہے:۔

"آج خداوند کو موجودہ کلیسیا سے یہ شکایت ہے کہ اس میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو بائبل مقدس کو خدا کا الہامی اور بے خطا کلام نہیں مانتے اور مسیح کو خدا کا بیٹا قبول نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس قسم کی تعلیم دیکر گمراہ کرتے ہیں تو بھی کلیسیا کے خود غرض اور بزدل لیڈر نہ انکو اپنے درمیان سے نکالنے کی جرأت کرسکتے ہیں نہ خود اُن سے علیحدہ ہوتے ہیں۔" (کلامِ حق اکتوبر ۶۹ء صفحہ ۱۱)

الفرقان: جب کلیسیا کی یہ حالت ہے گویا بقول پادریوں کے وہ بگڑ چکی ہے تو پادری صاحبان کس انتظار میں ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ عوام عیسائیوں پر حق کا اظہار ہو رہا ہے اور وہ پیشگوئیوں کے مطابق حق کے قریب ہو رہے ہیں مگر ان کے لیڈروں کی بزدلی سدِ راہ بن رہی ہے۔ یہ لیڈر نہ خود حق کو قبول کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو قبول کرنے دیتے ہیں۔

(۲) جناب شاہ فیصل کی تازہ تقریر کا اقتباس

جلالتمآب شاہ فیصل نے اپنی تقریر میں فرمایا:۔

"آج جبکہ ہم اپنے اپنے ملکوں اور گھروں میں دنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند ہیں اور زندگی کی ہر آسائش سے لطف اندوز ہو رہے ہیں ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ قبلۂ اوّل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام معراجِ عظیم دشمنوں کے قبضہ میں ہے اور ہمارے مقدسات کو ناپاک پاؤں تلے روندا جا رہا ہے اور ہمارے ناموس کو پامال کیا جا رہا ہے۔ یہ دشمن بڑا سخت جان ہے۔ تاریخ کے اولین دور سے اس کے کبر و رعونت اور بہیمانہ جارحیت کے مظاہر سامنے آتے رہے ہیں۔"

(ہفت روزہ سیرت لاہور ۱۰ اکتوبر ۶۹ء)

الفرقان: یہ حالات سخت افسوسناک ہیں۔ انہی کی وجہ سے مسلمانوں کا زوال ہو رہا ہے۔ جب تک ان میں تبدیلی نہ ہوگی اللہ تعالیٰ کی نصرت شاملِ حال نہیں ہو سکتی۔

عام طور پر لوگ بلکہ علماء بھی المسجد الاقصیٰ کو قبلۂ اوّل کہہ دیتے ہیں۔ قرآنی اصطلاح میں قبلۂ اوّل صرف بیت اللہ الحرام ہے۔ فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (آل عمران ع ۱) اسلئے مسجد اقصیٰ کو قبلۂ اوّل نہیں کہنا چاہیئے۔ وہ درمیانی زمانوں میں بعض قومی نبیوں کا قبلہ رہا ہے۔ اہل کتاب کے اس طرف منہ کرنے کے باعث کچھ عرصہ تک سرور کونین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرف منہ کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر تحویل قبلہ فرما دی اور قبلۂ اوّل و آخر بیت اللہ الحرام قرار پا گیا۔

(۳) رباط کانفرنس پر ایک نظر

فاضل مدیر تنظیم اہلحدیث لاہور لکھتے ہیں:۔

"عربوں سے نخوتِ جاہلیہ کا فور نہیں ہوئی بات بات پر اڑ جاتے ہیں، اسلامی غیرت کی بجائے نسلی حمیت اور گھمنڈ میں ابھی چُور ہیں۔ یُوں محسوس ہوتا ہے کہ جان دیدیں گے لیکن اپنی اِس غیر اسلامی ذہنیت پر نظر ثانی نہیں کریں گے بلکہ تقریباً سارے عالمِ اسلام کا یہی حال ہے جو رباط کانفرنس میں کھل کر سامنے آگیا۔

شام اور عراق نے کانفرنس کا پورا پورا بائیکاٹ کیا حالانکہ اردن کی طرح شام بھی یہودیوں کی زد میں ہے۔ اس کا دارالخلافہ اسرائیلی سرحد سے کل چالیس میل دُور ہے۔ ناصر صاحب خود کانفرنس میں شریک نہیں ہوئے اپنا نمائندہ بھیجا تو ساتھ ہی یہ شرط بھی عائد کی کہ بھارت کو رباط کانفرنس میں شرکت کی دعوت ضرور دی جائے۔ یمن شریک ہوا مگر اب باتیں بنا رہا ہے۔ ایران اور ترکی نے کانفرنس میں شرکت کی لیکن جب یہ سوال پیدا ہوا کہ یہودی ریاست سے ہر قسم کے سفارتی تعلقات توڑ دیئے جائیں تو ان دونوں نے اس پر اعتراض کیا"

(تنظیم اہلحدیث ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ اِس بیان سے عیاں ہے کہ ابھی تک یہود سے ذلت اٹھانے کے باوجود بھی عربوں اور بعض مسلمان ملکوں کا رُخ صحیح اسلام اور باہمی اتحاد و اتفاق کی طرف نہیں پھر رہا جو سخت افسوس کا مقام ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے یہی الہامی دعا کرتے ہیں رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ کہ اے میرے رب! تُو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی اصلاح فرما۔ آمین

(۴) مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی حالت کا ذکر

مدیر جریدہ صحیفۂ اہلحدیث کراچی لکھتے ہیں کہ:۔

"آج ہم اپنی حالتوں کو دیکھیں کہ ہم

میں اسلام کی کون سی بات باقی جا رہی ہے؟ آج تارکِ نماز ہم۔ روزہ کے چور ہم۔ زکوٰۃ ہضم کر جانے والے ہم۔ حج بیت اللہ کو تکلیف مالا یطاق سمجھنے والے ہم۔ ہمارے کردار فرنگی۔ ہمارے اطوار یہودی، ہمارا لباس مغربی۔ ہمارا اُٹھنا، ہمارا بیٹھنا، ہمارا چلنا، ہمارا پھرنا، ہمارا کھانا، ہمارا پینا، ہمارا بولنا، ہماری شکل، ہماری صورت، ہماری تہذیب، ہمارا تمدن، ہماری معاشرت، ہماری تربیت، ہمارا رہن سہن سب کچھ فرنگی تہذیب کا مرہونِ منت ہے۔ ہم نے اسلامی اصول و اقدار، اسلامی اخلاق و عادات اسلامی احکام و اعمال کو بالائے طاق رکھ کر عیسائیت و یہودیت، مجوسیت ہندومت، کمیونزم اور سوشلزم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے۔ آج آپ ایک عیسائی اور مسلمان میں، ایک یہودی اور اسلام کے نام لیوا میں، ایک مشرک اور مسلم میں، ظاہری طور پر سرمو فرق نہ پائیں گے۔ اگر ایک عیسائی اور یہودی کے سر پر انگریزی بال ہیں تو مسلمان کے بھی ہیں۔ اس کی ٹیڑھی مانگ ہے تو اس کی بھی، اس نے گلے میں صلیب کا پھندا (نکٹائی) ڈال رکھا ہے تو اس نے بھی ڈال رکھا ہے۔ اس کی داڑھی منڈی ہوئی ہے تو اس کی بھی منڈی ہوئی ہے۔ اس نے بوٹ پتلون پہن رکھا ہے تو اس نے بھی پہن رکھا ہے ..... اگر وہ بے غیرت بے شرم ہو کر اپنی بہو بیٹیوں کو غیروں کی باہوں میں باہیں ڈال کر ناچتا اور تھرکتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو مسلمان بھی اپنی بہو بیٹیوں کو دوسروں کی بغلوں میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اگر وہ شراب پی کر اور بدمست ہو کر حرامکاری کرتا ہے اور غیروں کی بہو بیٹیوں کی عزت خراب کرتا ہے تو مسلمان اس میں بھی پیچھے نہیں رہتا۔ الغرض آج کا مسلمان چور، ڈاکو، رہزن، قاتل، شرابی، زانی، جوے باز، رنڈی باز، اغلام باز، غیروں کی عزت اور ناموس کو لوٹنے والا۔ حرام کھانے والا۔ امانت میں خیانت کرنے والا۔ معصوموں پر ظلم کرنے والا۔ غریبوں کا گلا گھونٹنے والا۔ مزدوروں کا خون چوسنے والا۔ بے ایمانی اور دغا بازی کرنے والا۔ سود کھانے والا۔ جوا کھیلنے والا۔ سمگلنگ اور ملاوٹ کرنے والا۔ کم تولنے اور کم ناپنے والا سب کچھ بنا

ہوا ہے۔ "دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں ہے
جو آج کے مسلمان میں موجود نہ ہو۔"
(صحیفہ اہلحدیث کراچی یکم اکتوبر ۶۹ء)

الفرقان۔ حیرت تو ان علماء پر ہے جن کی موجودگی میں مسلمانوں کا یہ حال ہو گیا ہے۔ کیا یہ حالت اس بات کی واضح دلیل نہیں کہ اب مسلمانوں کے علماء بالکل بیکار ہو گئے ہیں۔ وہ قوت تاثیر و اصلاح سے کلیتہً محروم ہو چکے ہیں۔ کیا ان حالات کے باوجود کوئی با ہوش انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ دنیا کو آسمانی مصلح اور خدائی مسیحا کی ضرورت نہیں؟

(۵) جواب دینے کا عجیب انداز اور ایک استفسار

شیعی رسالہ پیام عمل لاہور لکھتا ہے:-

"رہ گیا ایک طبقۂ اسلامی کی جانب سے یہ اعتراض کہ امام جب پردے میں ہے تو اس کی ہدایت سے ہمیں فائدہ ہی کیا؟ تو جواباً عرض ہے کہ اگر شیطان پردے میں رہ کر گمراہ کر سکتا ہے تو ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ ہمارا امام غیبت میں رہ کر اپنی ہدایات سے فیضیاب کرنے پر بھی قادر ہے۔" (اکتوبر ۶۹ء ص ۳)

الفرقان۔ امام غائب کی غیبوبت کو شیطان کے پردے میں ہونے سے مشابہت دینا شیعی مدیر کیلئے ہرگز مناسب نہ تھا۔ ہمارا استفسار تو اس قدر ہے کہ اگر امام غیبت میں رہ کر اپنی ہدایات سے فیض یاب کرنے پر قادر ہیں اور بقول شیعہ صاحبان ہزار سال سے زائد عرصہ سے فیض یاب کر رہے ہیں تو اب ان کے ظہور کی کیا ضرورت ہے؟ کیا موجودہ صورت کے ہی قائم رہنے میں امام آرام میں نہ رہیں گے؟

(۶) حضرت مسیح حضرت یحییٰ کے شاگرد تھے

اخبار الاعتصام میں واقعہ معراج کے ذکر پر لکھا ہے:-

"یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں قرابت بھی ہے اور مسیح نے اصطباغ بھی یحییٰ علیہ السلام سے پایا تھا۔ احوال زہد و محنت میں بھی دونوں متحد الاحوال ہیں اس لئے وہ دونوں ایک ہی مقام پر جمع تھے اور دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و توکل اور اعراض عن الخلق و مستقبل کا دکھلانا بھی مقصود تھا۔ یحییٰ علیہ السلام نے اپنا کام عیسیٰ مسیح پر چھوڑا تھا اور عیسیٰ مسیح نے اکمال صداقت اور اتمام حقانیت کا حضور کے ہاتھوں سے پورا ہونا بتلایا تھا۔ لہذا ضروری تھا کہ دونوں بزرگوار اپنی بہترین تمناؤں کو مکمل شدہ حالت میں دیکھ لیتے۔"
(الاعتصام لاہور ۱۰ اکتوبر ۶۹ء)

الفرقان۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ سے کسب فیض کیا اور وہ ان کے

شاگرد تھے۔ پھر دونوں کا ایک ہی آسمان میں دکھایا جانا ہر دو کی وفات پر دلیل ہے۔ اس اقتباس سے یہ بھی واضح ہے کہ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیحؑ کے کام کو بھی پورا کر دیا ہے اور ان کو اس کی اطلاع بھی مل گئی تو اب مسیحؑ کے دوبارہ زمین پر آنے کی کیا ضرورت ہے؟

(۷) ایک خاتون ڈاکٹر کی خدمتِ خلق کا قابلِ ستائش نمونہ۔

ماہنامہ رہنمائے صحت لائل پور سے ماخوذ ہے کہ:-

"۳۹ سالہ ڈاکٹر رتھ فاؤ کراچی کے حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ وہ فلورنس نائٹ انگیل کی طرح دن رات جذامیوں کے سنٹر میں مریضوں کے درمیان گھری رہتی ہیں۔ حتّٰی کہ کھانے پینے کے وقت بھی اپنے مریضوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ ڈاکٹر فاؤ کا کہنا ہے کہ اس طرزِ عمل سے وہ ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ جذام قابلِ علاج مرض ہے۔

پاکستان میں یہ خیال عام ہے کہ یہ مرض متعدی ہے لیکن اس میں صداقت کم اور لاعلمی کا دخل زیادہ ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جذام کا مرض نہ صرف قابلِ علاج ہے بلکہ متعدی بھی نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مرض کے پہلے مرحلہ ہی میں اس کا علاج شروع کر دیا جائے۔ ڈاکٹر فاؤ روزانہ بیس بائیس گھنٹے مریضوں کی تیمارداری اور دیکھ بھال کرتی ہیں۔ ڈاکٹر فاؤ سے انکے مریض بے حد مانوس ہیں" (رہنمائے صحت ستمبر ۶۹ء صفحہ ۱۲)

الفرقان۔ یہ ایک غیر مسلم خاتون کی قربانی و ایثار کا قابلِ تعریف نمونہ ہے۔ اسلام جس بے مثال اور بے لوث خدمتِ خلق کی طرف توجہ دلاتا ہے اُس کی جھلک اِس نمونہ میں نظر آتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس خاتون کو اِس ایثار کے ساتھ صحیح اسلامی عقائد و اعمال کے قبول کرنے اور اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین +

خالص شہد کی ضرورت

مجھے اور میرے بعض اور دوستوں کو بعض بیماریوں کے علاج کے طور پر خالص شہد کی ضرورت ہے۔ بالخصوص دیہات میں بسنے والے احباب توجہ فرمائیں۔ قیمت کے علاوہ دلی شکریہ بھی پیش ہوگا۔

خاکسار۔ ابوالعطاء

النّساء ع ۲۰، ۲۱

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم انصاف کرتے ہوئے یا گواہی دیتے ہوئے پختہ طور پر عدل کو قائم

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ

کرنے والے بن جاؤ خواہ یہ گواہی یا عدل کا قیام تمہارے خود اپنے نفسوں کے خلاف، یا تمہارے والدین اور

الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَ

رشتہ داروں کے خلاف پڑتا ہو۔ (ایسا شخص جسے نقصان پہنچ رہا ہو) غنی ہو یا فقیر ہو (تمہیں ہر حال یاد رہے کہ) اللہ ان دونوں کا زیادہ خیر خواہ ہے

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا

تم عدل کو چھوڑتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ اگر تم شہادت کے وقت بات کو مروڑو گے یا سچی بات

تفسیر ۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں سچی شہادت ادا کرنے اور انصاف قائم کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا کہ سچی شہادت ادا کرنا بہرحال تمہارا فرض ہے خواہ وہ شہادت تمہارے اپنے خلاف جاتی ہو یا اس سے تمہارے ماں باپ کو نقصان پہنچتا ہو یا تمہارے رشتہ داروں کا ہرج ہوتا ہو۔ تم بہرحال پابند ہو کہ سچی گواہی دو۔ یہ بات تمہارے سوچنے کی نہیں ہے کہ سچی گواہی کی صورت میں مالدار کو فائدہ پہنچے گا یا غریب کو نقصان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کا مالک ہے سب امیر و غریب اسی کے ہیں۔ اس نے یہ حکم دیا ہے کہ عدل و انصاف کے قیام کے لئے سچی گواہی لازمی ہے۔ اس کی زد امیر پر پڑتی ہے یا غریب پر یہ بات تمہارے دائرۂ غور سے باہر ہے۔ تم کو تمہارے رب کا یہی حکم ہے کہ سچ سچ بیان کر دو۔ اپنے بیان میں کسی قسم کا اخفاء کرنے کی تمہیں اجازت نہیں۔ اگر تم اخفاء یا اعراض کرو گے تو عدل کو ملیا میٹ کرنے والے قرار پاؤ گے اور

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

بچانے سے اعراض کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے ۔ اے

اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى

ایماندارو! حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول پر اور اس کی اس کامل کتاب پر ایمان لاؤ جو اس نے اپنے رسول

رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ

پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اس نے پیشتر ازیں اتاری ہے ۔ جو شخص

يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ

اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور پیچھے آنے والے (قیامت کے) دن کا

الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

انکار کرتا ہے وہ یقیناً دور کی گمراہی میں مبتلا ہو گیا ۔ جو لوگ ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا

پھر انہوں نے کفر اختیار کر لیا پھر (دوبارہ) ایمان لائے اور پھر کافر بن گئے اور کفر میں ترقی کرتے گئے

نفس کے متبع ٹھہرو گے ۔ گواہی دیتے وقت گواہ کے لئے یہ ضروری ہدایت ہے کہ وہ حق کے ذکر میں کسی قسم کا التباس پیدا نہ ہونے دے ۔ جادۂ حق سے زبان کو ادھر ادھر منحرف نہ کرے بلکہ صحیح صحیح بات کھول کر بیان کرے ۔ ضروری بات کے بیان کرنے سے کسی رنگ کا اعراض نہ کرے ۔ شہادت کے متعلق قرآن مجید کی یہ ہدایت ایک زریں اصل ہے جس سے خاصمات جلد اور بہتر رنگ میں طے ہو جاتے ہیں ۔

دوسری آیت میں ایمانداروں کو سچے اور کھرے مومن بننے کی تلقین کی گئی ہے ایمانیات کا بھی ذکر فرما دیا ہے ۔

تیسری آیت میں دو مرتبہ ارتداد اختیار کر کے کفر میں بڑھنے والوں کی قلبی حالت کا یوں ذکر فرمایا ہے کہ وہ مغفرت اور ہدایت کے مستحق نہیں رہتے ۔ اس آیت سے یہ امر بھی صاف ہو جاتا ہے کہ مرتد کو محض ارتداد کی وجہ سے

لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو مغفرت عطا نہیں فرماتا اور نہ انہیں کامیابی کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ الَّذِيْنَ

منافقین کو کھول کر خبر دیدیں کہ ان کے لئے دردناک عذاب مقرر ہے۔ یعنی جو لوگ

يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دلی دوست اور مددگار بناتے ہیں

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝

کیا یہ (منافقین) ان (کافروں) کے پاس جاکر عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ

اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب میں پہلے سے نازل فرما دیا ہے کہ جب تم (کسی مجلس میں) سنو کہ اللہ کی آیات

اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ

کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان سے استہزاء ہو رہا ہے تو ایسا کرنیوالے لوگوں کے ساتھ اس وقت تک مت بیٹھو

قتل کرنے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے ورنہ وہ دوبارہ ایمان کس طرح لاتا اور پھر ارتداد کی راہ کیونکر اختیار کر سکتا ہے۔

چوتھی اور پانچویں آیت میں منافقین کی اس روش کا بیان ہے کہ وہ دشمنانِ اسلام کفار کے پاس جاکر عزت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی مقصد کے پیش نظر ان سے ولایت و دوستی گانٹھتے ہیں حالانکہ حقیقی عزت خدا کے پاس سے ملتی ہے۔

چھٹی آیت میں یہ ہدایت ہے کہ جہاں آیات اللہ سے استہزاء ہو رہا ہو وہاں مت بیٹھو کیونکہ ایسے لوگوں میں شامل ہونے سے دینی غیرت سلب ہو جائے گی اور روحِ ایمانی مُردہ ہو جائے گی۔ آخر کار انسان زمرہ منافقین میں شامل ہو کر ہیزم جہنم بن جاتا ہے۔

حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهٖ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ

جب تک وہ اس (طریق استہزاء) کو چھوڑ کر اور باتوں میں نہ لگ جائیں۔　ورنہ تم بھی ان کی مانند قرار پاؤ گے۔

إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِينَ وَالْكٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ

اللہ تعالیٰ ان کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا

جَمِيعًا ۙ الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ

ہے۔　جو تمہارے لئے (اے مومنو!) شر او ر دُکھ کے امیدوار رہتے ہیں اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح

مِّنَ اللّٰهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِينَ

مل جائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی تمہارے ساتھ نہ تھے۔　اور اگر (جنگ میں) کافروں کا

نَصِيبٌ ۙ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ

پلڑا بھاری ہو تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تمہاری حفاظت نہ کی تھی اور کیا تمہیں مومنوں سے

الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَ

بچایا نہ تھا؟　پس اللہ ہی تمہارے درمیان قیامت کے روز پورا فیصلہ فرمائے گا۔　اور

ساتویں آیت میں منافقوں کی اس بدخواہی کا ذکر ہے جو وہ جماعت مومنین کے بارے میں کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مومن ناکام ہوں اور تباہ ہو جائیں البتہ وہ مومنوں کے غلبہ کی صورت میں اموالِ غنائم میں سے حصہ لینے کے لئے بڑے دعووں کے ساتھ آموجود ہوتے ہیں۔ ادھر کافروں سے بھی ساز باز رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ دنیا میں کچھ اخفاء ہو جاتا ہے مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ قطعی اور آخری فیصلہ فرما دے گا مگر اس زندگی میں بھی کافروں کو مقابلہ کے وقت غلبہ حاصل نہ ہو سکے گا اسلئے اس دنیا میں بھی منافق و کافر ناکام و نامراد ہی رہتے ہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ع ۲۱ — **پہلی** اور دوسری آیت میں منافقین کی ریا اور اخلاقی ابتر حالت کا بیان ہے کہ وہ ریاکاری کی نمازیں پڑھ کر گویا خدا و ندِ عالم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ بظاہر وہ نمازیں پڑھتے ہیں لیکن وہ ذکرِ الٰہی سے سراسر غافل

لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝ ع ۲۰/۱۷

وہ (دنیا میں بھی) کافروں کے لئے مومنوں کے خلاف گرفت کی کوئی راہ پیدا نہ ہونے دے گا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا

یقیناً منافق اللہ تعالیٰ سے دھوکہ بازی کرنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں انکے دھوکہ کی سزا دینے والا ہے۔ یہ لوگ جب

قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا

نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سُست کھڑے ہوتے ہیں محض لوگوں کو دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ۙ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ

اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ درمیان میں اِدھر اُدھر دھکیلے جاتے ہیں۔

لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ

نہ اِس گروہ (مومنین) میں ہوتے ہیں اور نہ اُس گروہ (کفار) میں ہوتے ہیں جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ قرار دیکر ہلاک کردے تو اس کے لئے

لَهٗ سَبِيْلًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ

کوئی راہِ نجات نہ پائے گا۔ اے ایماندارو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو

رہتے ہیں حالانکہ نماز کا اصل مقصد ذکرِ الٰہی ہے۔ فرمایا کہ اس ریاکاری اور دھوکہ دہی کا وبال ان پر پڑے گا اور وہ عذابِ الٰہی کا نشانہ بنیں گے۔ یہ منافق نہ مومنوں میں شامل ہوتے ہیں کیونکہ ایمان سے محروم اور خلوص سے تہی دامن ہوتے ہیں اور نہ ہی کافر ان کو اپنا ساتھی سمجھتے ہیں۔ منافق کی مثال حدیثِ نبوی میں اس بکری سے دی گئی ہے جو کبھی اِس ریوڑ میں چلی جاتی ہے اور کبھی اُس ریوڑ میں اور ہر وقت غیر محفوظ ہوتی ہے۔

تیسری آیت میں اِس طرف توجہ دلائی ہے کہ مومنوں کے معاشرہ میں باہمی اتحاد و قلبی یگانگت ضروری ہے۔ اور یہ اتحاد و یگانگت ان لوگوں سے ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایمان کے دشمن ہیں اور اسلام کے مٹانے کے منصوبے بنا رہے ہیں ایسے لوگوں سے دلی مودت کے معنے تو یہ ہوں گے کہ خود اپنی تباہی کے لئے گڑھے

أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا

ولی دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے

لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۝ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ

اپنے خلاف کھلا کھلا برہان (یا الزام) قائم کر لو؟ یقیناً منافق جہنم کے نچلے طبقہ

الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝ إِلَّا الَّذِينَ

میں ہوں گے۔ اور تو ان کے لئے کسی کو مددگار نہ پائے گا۔ بجز ان لوگوں کے جو

تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ

توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا کر لیں اور خالص اپنے رب کی خاطر اپنے دین اور

لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ

اپنی اطاعت کو بجا لائیں پس یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہی ان میں شامل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب مومنوں کو

الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ

اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے سے کوئی سروکار نہیں رکھے گا

کھو دے جائیں۔ فرمایا کہ ایسی حماقت کرنے سے مسلمان خود اپنے اوپر الزام قائم کر لیں گے۔ فرمایا ایسی بے وقوفی صرف منافق ہی کر سکتا ہے مومن ہرگز نہیں کر سکتا کہ مومنوں کی بجائے کافروں سے دوستی اور یگانگت پیدا کرے۔

چوتھی آیت میں منافقوں کا انجام بتایا گیا ہے کہ وہ جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوں گے کیونکہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے نفاق بدترین خرابی ہے اس لئے اس کا انجام بھی بدترین ہوتا ہے۔

پانچویں آیت میں منافقوں میں سے توبہ کر کے مخلص بن جانے والوں کا استثناء فرمایا ہے انہیں مومن قرار دے کر ان کے لئے اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ گویا ظاہر فرمایا کہ منافقوں کو ڈھیل اسلئے دی جا رہی

إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ○

بشرطیکہ تم شکرگزار ہو جاؤ اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ تعالیٰ بہت قدر دان اور جاننے والا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ

اللہ تعالیٰ کسی کی بدی کو برملا ذکر کرنے کو پسند نہیں فرماتا ہاں جو مظلوم ہو (وہ معذور

ظُلِمَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ○ إِنْ تُبْدُوا

ہے)۔ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اگر تم کسی نیکی کو ظاہر

خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ

کرو یا اسے مخفی رکھو یا کسی بدی سے درگزر فرماؤ تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بہت

عَفُوًّا قَدِيرًا ○ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ

معاف کرنے والا اور قادرِ مطلق ہے۔ تحقیق وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں

وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ

اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

ہے کہ وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔

چھٹی آیت میں ذکر ہے کہ اگر لوگ شکرگزار ہوں اور ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ہرگز عذاب دینا نہیں چاہتا۔

ساتویں اور **آٹھویں آیت** میں بُری باتوں کے برملا ذکر سے منع فرمایا ہے۔ البتہ مظلوم سے اگر بے ساختہ اظہار ہو جائے تو اس کا استثناء فرمایا ہے۔ اپنی نیکیوں کو مخفی رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور دوسروں کی بدیوں سے درگزر کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اس رکوع کی آخری تین آیات میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان تبھی درست ہوتا ہے جب

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ لا وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا

ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے

بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ج

بین بین کوئی راستہ بنا لیں۔ یہی لوگ سچے کافر ہیں ۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کُن عذاب تیار کیا ہے ۔ ہاں وہ لوگ جو اللہ اور

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ

اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان میں سے کسی میں کوئی تفریق نہ کی یہ وہ لوگ ہیں جنکو

سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ۲۱ ع ۱۱ ۱

اللہ تعالیٰ عنقریب ان کا بدلہ اور ثواب عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنیوالا ہے ۔

انسان اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر بھی ایمان لائے۔ یہ صورت کہ خدا تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ ہو لیکن رسولوں کے وجود کا انکار کیا جائے یا بعض رسولوں کو مانا جائے اور بعض رسولوں کا انکار کیا جائے۔ یہ ساری صورتیں درحقیقت عدم ایمان کی ہیں جن پر سزا مترتب ہوتی ہے ۔ سچے مومن انہی کو قرار دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ اس کے سب رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اجر عظیم کا وعدہ ہے بعض اقوام اللہ تعالیٰ کی ہستی کی قائل ہیں مگر ان کے نزدیک رسولوں اور نبیوں کی ضرورت نہیں۔ وہ سرے سے ضرورتِ نبوت و الہام و وحی کے منکر ہوتے ہیں جیسا کہ برہموؤں کا عقیدہ ہے۔ جو قومیں رسولوں کی ضرورت کی قائل ہیں ان میں بھی بالعموم ایک جگہ پہنچ کر آئندہ کے لئے وحی و الہام کو مسدود قرار دیدیتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو صرف ملکی نبیوں کو مانتی ہیں جیسا کہ سناتن دھرمی صرف آریہ ورت کے رشیوں کو مانتے ہیں۔ بعض قومیں صرف اپنی قوم کے نبیوں کو مانتی ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی ہیں وہ صرف بنی اسرائیل کے نبیوں کے قائل ہیں کسی غیر اسرائیلی نبی کو نہیں مانتے۔ اسلام نے سب نبیوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے ؛

ابتدائی کلیسیا میں کشمکش

(مکرم جناب مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر مربی سلسلہ احمدیہ)

دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا دین اور مذہب ہے جس کی مکمل حفاظت و سلامتی کی ذمہ داری خدائے قادر و توانا نے اپنے اُوپر لی ہے۔ اس کی بنیادی اور اساسی وجہ یہ ہے کہ جس قوم یا ملت کی ابتداء باہمی افتراق و انتشار بلکہ جھگڑے اور تکرار سے شروع ہو وہ کبھی تادیر سلامت نہیں رہ سکتی۔ یہ ایک ایسا بنیادی اصول ہے جسے صحفِ سابقہ میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

بنیادی اصول :-

انجیل میں حضرت مسیح ناصری کا ایک مشہور قول ان الفاظ میں آج بھی محفوظ ہے کہ :-

"جس بادشاہی میں پھوٹ پڑتی ہے وہ ویران ہو جاتی ہے اور جس شہر یا گھر میں پھوٹ پڑے گی وہ قائم نہ رہے گا۔"

(متی ۱۲/۲۵، مرقس ۳/۲۴-۲۵)

حضرت مسیح ناصری نے یہ اصول بے معنی اور فضول بیان نہیں کیا بلکہ اس کے تذکرہ میں ایک اہم راز مضمر ہے۔ جس کا ذکر مضمون کے آخر میں زیادہ مناسب ہوگا۔

انتباہ :-

مسیحیت بھی چونکہ وقتی اور قومی مذہب کی حیثیت رکھتی تھی اس لئے اس کی مستقل اور دائمی سلامتی کا سوال پیدا نہ ہوتا تھا اس لئے حضرت مسیح نے قبل از وقت اپنے مریدوں کو آگاہ کرتے ہوئے کلیسیا میں کشمکش اور مستقل پھوٹ سے متنبہ کرتے ہوئے صاف الفاظ میں واضح کر دیا کہ :-

"تم سب ٹھوکر کھاؤ گے کیونکہ لکھا ہے کہ میں چرواہے کو ماروں گا اور بھیڑیں پراگندہ ہو جائیں گی۔"

(مرقس ۱۴/۲۷)

وقت گزرنے لگا اور ساتھ ہی دُور بین نگاہیں آنے والے خطرہ اور عظیم باہمی کشمکش کو بھانپنے لگیں۔ چنانچہ جب بہت سے لوگ مسیحیت کا لبادہ اوڑھ کر خود مسیحیت کی بیخ کنی کرتے ہوئے کلیسیا میں ہی افتراق کا بیج بونے لگے تو

"یہوواہ برادر یعقوبؑ خدا باپ

میں عزیز از ... مسیح کے لئے محفوظ بلائے ہوؤں کو مخاطب کر کے کہا "بعض ایسے شخص چپکے سے ہم میں آ ملے ہیں جن کی اس سزا کا ذکر قدیم زمانہ میں پیشتر سے لکھا گیا تھا۔ یہ بے دین ہیں اور ہمارے خدا کے فضل کو شہوت پرستی سے بدل ڈالتے ہیں اور ہمارے واحد مالک اور خداوند یسوع مسیح کا انکار کرتے ہیں" (یہوداہ ۴)

اس جگہ مسیح کے انکار سے مراد مسیح کی درست تعلیم سے روگردانی ہے۔ بہرحال یہوداہ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:-

"یہ بے دھڑک اپنا پیٹ بھرنے والے چرواہے ہیں۔ یہ بے پانی کے بادل ہیں جنہیں ہوائیں اڑا لے جاتی ہیں۔ یہ پت جھڑ کے بے پھل درخت ہیں جو دونوں طرح سے مردہ اور جڑ سے اکھڑے ہوئے ہیں۔ یہ سمندر کی پُرجوش موجیں ہیں جو اپنی بے شرمی کے جھاگ اچھالتی ہیں۔ یہ وہ آوارہ گرد ستارے ہیں جن کے لئے ابد تک بے حد تاریکی ہے" (۱۲ تا ۱۳)

آخر میں لکھتے ہیں:-

"یہ وہ آدمی ہیں جو تفرقے ڈالتے ہیں اور نفسانی ہیں اور رُوح سے بے بہرہ" (۱۹)

شیطان اور نورانی فرشتہ:-

بعض مسیحی احباب قرائن عقلیہ کا دامن تھامتے ہوئے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مسیح کے معاً بعد مسیح کے کلیۃً خلاف باتیں کسی طرح کلیسیا میں داخل نہ ہو سکتی تھیں اور نہ ہی ان کے وہاں راہ پانے کی کوئی گنجائش تھی لیکن انجیل کی رُو سے ان حضرات کو زیادہ حیران نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ:-

"ایسے لوگ جھوٹے رسول اور دغابازی سے کام کرنے والے ہیں اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کے ہمشکل بنا لیتے ہیں اور کچھ عجب نہیں کیونکہ شیطان بھی اپنے آپ کو نورانی فرشتہ کا ہمشکل بنا لیتا ہے" (۲-کرن ۱۱: ۱۳-۱۴)

پس جس رنگ میں شیطان نورانی فرشتہ کے رنگ میں ڈھل سکتا ہے اسی طرح مخالفین مسیح کے لئے حواریانِ مسیح کا لباس زیب تن کر لینا عین ممکن ہے۔

بنائے کشمکش:-

ابتدائی کلیسیا میں کشمکش اور باہمی خلفشار کی اصل بناء پولوس کا وجود ہے۔ پولوس ابتدائے

ایام سے مسیح کا شدید ترین مخالف تھا جس نے اپنی اس فطری مخالفت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بھیڑوں کے لباس میں آنے کا ذریعہ اختیار کیا۔ چنانچہ کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"عیسائی مذہب کے ساتھ اپنی
دشمنی کامل کرنے کے لئے اس نے
یہ طریق آخری سوچا کہ اپنا اعتبار
جمانے کے لئے ایک خواب سُنا دی
اور عیسائی ہو گیا اور پھر یسوع کی
تعلیم کو اپنے طرز پر ایک نئی تعلیم
کے رنگ میں ڈال دیا۔ میں کہتا
ہوں کہ عیسائی مذہب کی خرابی اور
اس کی بدعتوں کا اصل بانی یہی شخص
ہے۔" (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان کا لفظ لفظ صادق اور سچا ہے۔ اور خود انجیل کے مطالعہ سے انسان اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ چنانچہ پولوس خود کو مسیحیت میں سمو کر تدریجاً اپنی طرف توجہ مبذول کرانے کے بعد ایک موقعہ پر کہتا ہے :-

"اے بھائیو! تم سب مل کر
میری مانند بنو اور ان لوگوں کو
پہچان رکھو جو اس طرح چلتے ہیں
جس کا نمونہ تم ہم میں پاتے ہو۔
کیونکہ بہتیرے ایسے ہیں جن کا ذکر
میں نے تم سے بارہا کیا ہے اور
اب بھی رو رو کر کہتا ہوں کہ وہ
اپنے چال چلن سے مسیح کی صلیب کے
دشمن ہیں۔" (فلپیوں ۳/۱۷-۱۸)

اس حوالہ سے عیاں ہے کہ پولوس ابتدائی مسیحیوں کی توجہ دیگر شاگردانِ مسیح سے ہٹا کر اپنی طرف پھیرنے کی پوری کوشش کرتا رہا۔ وہ اپنی فطری قابلیتوں کی وجہ سے اچھا خاصا عالم فاضل اور پُرجوش انسان اور بہترین منطقی ہونے کے باعث اپنے مشن میں کامیابی کا قوی امکان رکھتا تھا خصوصاً جب کہ اس میں بھیس بدلنے کی مخصوص صفت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ وہ خود کہتا ہے :-

"میں یہودیوں کے لئے یہودی
بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔
جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں
ان کے لئے میں شریعت کے ماتحت
بنا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو
کھینچ لاؤں اگرچہ خود شریعت کے
ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لئے
بے شرع بنا تاکہ بے شرع لوگوں کو
کھینچ لاؤں ..... کمزوروں کے لئے
کمزور بنا تاکہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں۔
میں سب آدمیوں کے لئے سب کچھ
بنا ہوا ہوں تاکہ کسی طرح سے بعض
کو بچاؤں۔" (۱۔کرنتھیوں ۹/۲۰-۲۲)

پولوس کا کردار اور تسلّط :-

پولوس اپنی انہی مخصوص صفات کی وجہ سے آسمانِ مسیحیت پر پُورے طور پر چھا گیا جس کے نیچے مسیح کی تمام تعلیمات و اقوال پوشیدہ ہو کر رہ گئے اور نتیجۃً مسیحیت کی بجائے ابتدائی کلیسیا **پولوسیت** میں بدل گئی۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :-

> ”یہ مذہب جو عیسائی مذہب کے
> نام سے شہرت دیا جاتا ہے دراصل
> پولوسی مذہب ہے نہ مسیحی“
> (چشمۂ مسیحی صفحہ ۲۴)

خود پولوس اقرار کرتا ہے کہ یسوع مسیح کے نام پر اصل نیو اس نے اپنے ہاتھ سے رکھی جس پر مابعد زمانہ میں مسیحیت کی عمارت استوار ہوئی۔ وہ لکھتا ہے :-

> ”مَیں نے اس توفیق کے موافق
> جو خدا نے مجھے بخشی دانا معمار کی
> طرح نیو رکھی اور دوسرا اس پر
> عمارت اٹھاتا ہے کیونکہ سوا اس
> نیو کے جو پڑی ہوئی ہے اور وہ
> یسوع مسیح ہے کوئی شخص دوسری
> نہیں رکھ سکتا“ (۱۔کرنتھیوں $\frac{3}{10-11}$)

کاسر صلیب حضرت احمد علیہ السلام کا یہ عظیم انکشاف ایک کھلی حقیقت ہے جسے خود عیسائی دنیا ماننے پر مجبور رہی ہے۔ چنانچہ ”پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور“ کی شائع کردہ مشہور کتاب "The Twelve Important Questions" میں خود بعض مسیحی محققین کا خیال درج ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ :-

> ”بلاشبہ یہ ایک تاریخی واقعہ
> ہے کہ مابعد کی صدیوں کی کل کلیسیا
> نے پولوس کو یسوع کی بجائے مسیحیت
> کا مستند استاد قرار دینا شروع
> کر دیا۔ یعنی پولوس کی تعلیم یسوع کی
> سے یسوع کی تعلیم کی جگہ رکھ
> دی گئی۔ کلیسیا کے بڑے بڑے
> الٰہیات کے معلموں مثلاً اتھاناسیس
> اور آگسٹن اور انسلم اور اکوائینس
> اور میلنگتھن اور کالون میں سے
> کسی نے کبھی اپنی تعلیم کا بڑا حصّہ
> مسیح کے کلمات سے اخذ نہ کیا۔
> کیتھولک یا پروٹسٹنٹ علماء سب
> کے سب بلا استثنیٰ پولوس کے مقتدر
> ہیں“ (اردو ایڈیشن صفحہ ۱۴۳)

مسیحیت پر پولوس کے تسلط کی داستان بہت طویل ہے جس کے لئے آج سینکڑوں شہادتیں جمع ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر گذشتہ نمونہ اختصار کے مطابق اشارہ ہی کافی ہے۔ بہر حال پولوس کا داخلہ ابتدائی کلیسیا میں باہمی کشمکش کی بنیاد ہے۔ کیونکہ اس نے مسیح کی بنیادی تعلیم ہی کو بدل دیا۔ مثلاً حضرت

مسیح تو ساری عمر شریعت کی اہمیت جتلاتے رہے اور پولوس نے شریعت کو ایک لعنت قرار دیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ راسخ العقیدہ یہودی مسیحی پولوس کے مخالف ہو گئے اور اس طرح ایک ہی متحد کلیسیا کی بجائے دو مختلف کلیسیاؤں کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ "تواریخ مسیحی کلیسیا" میں لکھا ہے:-

"رسولوں کے زمانہ میں خدمت کا
کام دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔
اول یہودیوں میں جس کا پیشوا مقدس
پطرس رسول تھا ...... دوسرا
یہودیوں اور غیر قوموں میں خاص کر
غیر قوموں میں جس کا پیشوا پولوس رسول
تھا جن کی مادری کلیسیا انطاکیہ میں
تھی۔ یروشلم کی بربادی سے پیشتر اس
بات کا خطرہ تھا کہ کہیں کتھلک رسولی
کلیسیا کی بجائے دو مختلف
کلیسیائیں نہ بن جائیں۔"

(تواریخ صفحہ ۱۳-۱۵)

پھر لکھا ہے:-

"اگرچہ بہت سے یہودی مسیحی یہ مانتے
تھے کہ نجات کے واسطے مسیح پر ایمان
لانا ضروری ہے تو بھی اس کے ساتھ
ان کا یہ خیال تھا کہ موسیٰ کی شریعت
کی پابندی بھی لازمی ہے۔ لیکن
جب انہوں نے دیکھا کہ بہت سے
غیر اقوام سے مسیحی ہو گئے اور
پولوس نے ان کے واسطے شریعت
کی پابندی نہیں رکھی تو انطاکیہ میں
ان یہودی مسیحیوں نے اس بات پر
جھگڑا کھڑا کر دیا۔"

(تواریخ مسیحی کلیسیا صفحہ ۱۱)

مسیح کا مشن اور وجہ نزاع:-

ابتدائی کلیسیا میں کشمکش اور نزاع کی بنیاد حضرت مسیح کے مشن سے متعلق پولوسی نظریات میں تنوع ہے۔ دیگر اولین حواریوں کی طرح ابتداءً خود پولوس بھی جانتا تھا کہ مسیح کا مشن صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے لیکن پولوس کا مسیح کے علاوہ ایک اپنا مشن بھی تھا۔ اور جب اس موقع شناس بزرگ نے یہودیوں میں اپنی دال گلتی نہ دیکھی تو دیگر قوموں کی طرف متوجہ ہوا اور بعد میں اس کا یہی طرزِ عمل مستقل جھگڑے اور نزاع کی اساس بنا۔ اعمال کی کتاب میں اس بارہ میں لکھا ہے:-

"اور جب سیلاس اور تیمتھیس
مکدنیہ سے آئے تو پولوس کلام سنانے
کے جوش سے مجبور ہو کر یہودیوں کے
آگے گواہی دے رہا تھا کہ یسوع
ہی مسیح ہے۔ جب لوگ مخالفت
کرنے اور کفر بکنے لگے تو اس نے
اپنے کپڑے جھاڑ کر ان سے کہا تمہارا
خون تمہاری ہی گردن پر۔ میں پاک

ہوں۔ اب سے غیر قوموں کے
پاس جاؤں گا۔" (اعمال ۱۸: ۵-۶)

مابعد حالات نے پلٹا کھایا اور غیر قوموں میں پولوس توقع سے زیادہ مقبول ہوا اور ساتھ ہی اُن کو اپنے ساتھ مستحکم کرنے کے لئے شریعت کی مشکلات دور کرتے ہوئے پولوس نے مسیحی نظریات اُن غیر اقوام کے خیالات سے ہم آہنگ کرنا شروع کر دیئے۔ اس راستہ میں جو رکاوٹ پیش آتی پولوس اُسے بے تکلفی سے ہٹا دینے میں قطعاً نہ جھجکتا۔ مثلاً ختنہ جیسے اہم مسئلہ کی بھی ایسی تاویل کر دی جو غیر اقوام پر گراں نہ گزرتی۔ وہ کہتا ہے:-

"وہ یہودی نہیں جو ظاہر کا ہے
اور نہ وہ ختنہ ہے جو ظاہری اور
جسمانی ہے بلکہ یہودی وہی ہے
جو باطن میں ہے اور ختنہ وہی ہے
جو دل کا اور روحانی ہے نہ کہ لفظی۔"
(رومیوں ۲: ۲۸-۲۹)

پھر کہتا ہے:-

"پس یہودی کو کیا فوقیت ہے
اور ختنہ سے کیا فائدہ؟" (رومیوں ۳: ۱)

یہ اور اسی قسم کی موقع و محل کے مطابق پولوس کی دیگر تبدیلیاں تھیں جو اس کے اور دیگر مخلص حواریوں کے مابین نزاع کا موجب بنیں۔ چنانچہ ایک مسیحی مؤرخ ابتداء سے ہی مسیحی کلیسیا میں دو متوازی مگر متنازع فریقوں کا بیان کرتے ہوئے ابیونائٹس (EBIONITES) نامی فرقے کے تذکرہ میں لکھتا ہے:-

"یہ اُن کے جانشینوں میں سے
تھے جو پولوس رسول کی مخالفت
کرتے تھے اور یہ تعلیم دیتے تھے
کہ ہر ایک مسیحی پر خواہ یہودیوں میں
سے ہو خواہ غیر اقوام میں سے موسوی
شریعت کو ماننا نجات کے لئے
ضروری ہے۔ وہ پولوس رسول کو
ایک جھوٹا رسول یا انجیل کو
بگاڑنے والا کہتے تھے۔"
(تواریخ مسیحی کلیسیا ۲۹)

پولوس کی مقدس شاگردوں سے ٹکر:-

مذکورہ بالا فرقہ جن لوگوں کا جانشین تھا وہ وہی تھے جن کے ساتھ پولوس ہمیشہ برسرپیکار رہا۔ اور وہ لوگ کوئی معمولی نہ تھے بلکہ مقدس پطرس جیسی شخصیات اُن میں شامل تھیں۔ گلتیوں کے نام خط میں پولوس خود لکھتا ہے:-

"جب کیفا انطاکیہ میں آیا تو میں نے
روبرو ہو کر اس کی مخالفت کی کیونکہ
وہ ملامت کے لائق تھا.....
... باقی یہودیوں نے بھی اس کے
ساتھ ہو کر ریاکاری کی یہاں تک کہ
برنباس بھی اُن کے ساتھ ریاکاری
میں پڑ گیا۔" (گلتیوں ۲: ۱۱-۱۳)

انجیل سے راہنمائی :-

ابتدائی کلیسیا میں یہ کشمکش شدید تعصب کی حد تک جا پہنچی اور واضح طور پر یہودی مسیحیوں اور غیر اقوام مسیحیوں میں چپقلش رہنے لگی حالانکہ اصل چیز تو خود مسیحؑ کے اقوال و ارشادات ہیں۔ جب انہی کو نظر انداز کر دیا جائے تو سوائے ظلمت و گمراہی کے کیا ہاتھ آئے گا۔ انجیل میں مسیحؑ کے جو اقوال آتے ہیں اُن سے بالصراحت عیاں ہے کہ مسیح کا مشن صرف بنی اسرائیل تک محدود تھا۔ اس صورت میں کوئی نزاع باقی ہی نہیں رہتا ع

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

جب غیر اقوام مسیحیت میں داخل ہی نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ کُتّوں اور سؤروں کی حیثیت رکھتی ہیں (متی $\frac{۶}{۷}$ ، $\frac{۱۵}{۲۶}$) تو پھر واضح ہے کہ مسیح کے مشن کو خواہ مخواہ وسیع کرنے والے لوگ ہی اس کشمکش اور فتنہ و فساد کے ذمہ دار ہوں گے۔ حضرت مسیحؑ نے اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا۔ لکھا ہے :-

"اِن بارہ (شاگردوں) کو یسوع
نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر
کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور
اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل
نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی
کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔"

(متی $\frac{۱}{۵-۶}$)

اس کی وجہ یہی تھی کہ خود حضرت مسیحؑ کا مشن صرف بنی اسرائیل کی کھو[ئی ہوئی] بھیڑوں تک محدود تھا۔ ایک موقع پر وہ خود فرماتے ہیں :-

"میں اسرائیل کے گھرانے کی
کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور
کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔"

(متی $\frac{۱۵}{۲۴}$)

پولوس کا غلبہ :-

ابتدائی کلیسیا میں پولوس کے پائے کا نہ تو کوئی عالم تھا، نہ منطقی، نہ چالباز اور نہ ہی موقع و محل سے پورا فائدہ اُٹھانے میں ماہر۔ ان گوناگوں صفات کے نتیجہ میں جیسا کہ عہد نامہ جدید سے ظاہر ہے پولوس بڑی سرعت کے ساتھ غلبہ حاصل کرتا چلا گیا۔ اُس کے زورِ کلام کے آگے سادہ مزاج اور غریب طبع شاگردوں کی کچھ نہ چلتی تھی۔ اس لئے آہستہ آہستہ مسیحیت کے اصل عقائد بھی پولوسی عقائد کے نیچے چھپتے چلے گئے۔ گو ابتداءً جھگڑے اور تکرار سے شاگردانِ مسیحؑ ڈٹے رہتے لیکن بالآخر پولوس کا زورِ کلام کام آتا اور حواریوں کو ہتھیار ڈالنے پڑتے۔ مثلاً الوہیتِ مسیحؑ کا مسئلہ لیں بڑی لے دے کے بعد آخر پولوسی عقیدہ ہی غالب آیا۔ تواریخ مسیحی کلیسیا میں لکھا ہے :-

"ایک سوال تھا جو کلیسیا کے
سامنے پیش تھا جس کا جواب دینا
کلیسیا کا فرض تھا کہ آیا مسیح خدا
ہے اور اس کا اور باپ کا ایک ہی

جوہر ہے یا کہ وہ ... سے کم تر
ہے یا محض ایک مخلوق ہے جس کو
خالق باپ نے پیدا کیا ساٹھ برس
تک یہ امر زیر بحث رہا۔ آخرکار
کلیسیا نے جھگڑا ختم کیا اور فیصلہ
کیا کہ باپ اور بیٹا ایک ہیں اور
ان کا جوہر ایک ہی ہے یہی عقیدہ
ہمیشہ کے واسطے کلیسیا کے عقیدہ
میں شامل کیا گیا۔"
(تواریخ مسیحی کلیسیا ۱۹۶)

اِس حوالہ سے دیگر امور کے علاوہ یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ ابتدائے ایام سے مسیحی کلیسیا میں باہم کشمکش اور جھگڑے اور تکرار کی صورت پیدا ہوگئی تھی اور یہ جھگڑا اور تکرار معمولی یا فروعی مسائل میں نہیں بلکہ بنیادی اور اساسی مسائل میں کھڑا ہوا اور اس وقت تک قائم رہا جب تک موجودہ عقائد پورے طور پر مسلط نہ ہو گئے۔

پولوس کو خدشہ :۔

پولوس کو علم تھا کہ جس عمارت کی نیو اُس نے ڈالی ہے وہ حق و صداقت پر نہیں اپنا وہام و خیالات کی خام بنا پر مبنی ہے اس لئے اُسے ہر لحظہ یہ دھڑکا لگا رہتا کہ کہیں لوگوں پر حق کی چمک نمایاں ہو کر اس کا کاروبار پھیکا نہ پڑ جائے۔ چنانچہ ایک موقع پر خود کہتا ہے :۔

"مجھے تمہاری بابت ڈر ہے کہیں
ایسا نہ ہو کہ جو محنت میں نے تم پر
کی ہے بے فائدہ جائے۔"
(گلتیوں ۴/۱۱)

اِس خطرہ کے ساتھ ساتھ مقدس حواریوں کے سابقہ "عدم تعاون" کو پیش کر کے سادہ لوح نو مریدوں کو دھمکانے کا سلسلہ بھی پولوس نے جاری رکھا۔ تیمتھیس کے نام خط میں لکھتا ہے :۔

"میری پہلی جواب دہی کے وقت
کسی نے میرا ساتھ نہ دیا بلکہ سب
نے مجھے چھوڑ دیا۔ کاش کہ انہیں
اس کا حساب دینا نہ پڑے۔"
(۲۔تیم ۴/۱۶)

کلیسیا میں کشمکش اور پولوس کا کردار :۔

جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے ابتدائی عیسائیوں میں باہمی تنازعات اہم امور میں رونما ہو چکے تھے جن میں ایک ختنہ کا مسئلہ بھی تھا مسیح کی اصل تعلیم اور آپ کے بعد آپ کے شاگردوں کا مسلک شریعت کے مطابق ختنہ کی اہمیت سے متعلق تھا لیکن پولوس نے دیگر تنازعات کی طرح اِس بارہ میں بھی کلیسیا میں اختلاف و افتراق کا بیج بویا اور پھر ختنہ پر زور دینے والے اصل مسیحیوں کے لئے کتوں اور بدکاروں جیسے الفاظ بھی بغیر جھجک کے استعمال کرنے لگا۔ ایک موقع پر باہمی کشمکش کا ذکر اور شاگردانِ مسیح کی مٹی پلید کرتے ہوئے کہتا ہے :۔

"غرض میرے بھائیو! خداوند میں خوش رہو۔ تمہیں ایک ہی بات بار بار لکھنے میں مجھے تو کچھ دقت نہیں اور تمہاری اس میں حفاظت ہے۔ کتوں سے خبردار رہو۔ بدکاروں سے خبردار رہو کٹوانے والوں سے خبردار رہو کیونکہ مختون تو ہم ہیں جو خدا کے روح کی ہدایت سے عبادت کرتے ہیں اور مسیح یسوع پر فخر کرتے ہیں اور جسم کا بھروسہ نہیں کرتے۔" (فلپیوں ۳/۱-۳)

ایک دوسرے موقع پر اپنی تعلیم کے مخالفین سے عام مسیحیوں کو مجتنب رہنے کی تاکید کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"اب اے بھائیو! میں تم سے التماس کرتا ہوں کہ جو لوگ اس تعلیم کے برخلاف جو تم نے پائی پھوٹ پڑنے اور ٹھوکر کھانے کا باعث ہیں ان کو تاڑ لیا کرو اور ان سے کنارہ کیا کرو۔ کیونکہ ایسے لوگ ہمارے خداوند مسیح کی نہیں بلکہ اپنے پیٹ کی خدمت کرتے ہیں اور چکنی چپڑی باتوں سے سادہ دلوں کو بہکاتے ہیں۔" (رومیوں ۱۶/۱۷-۱۸)

پولوس کا ایک طریق عمل یہ نظر آتا ہے کہ جہاں وہ اپنے ہم خیالوں کی قوت محسوس کرتا وہاں بے دھڑک لکھ دیتا کہ میری تعلیم کے خلاف لوگوں کی باتوں پر کان مت دھرو وہ تکرار کا موجب اور محض ظاہر کی باتیں ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک خط میں ذکر کرتا ہے :-

"جس طرح میں نے مکدنیہ جاتے وقت تجھے نصیحت کی تھی کہ افسس میں رہ کر بعض شخصوں کو حکم کر دے کہ اور طرح کی تعلیم نہ دیں اور ان کہانیوں اور بے انتہا نسب ناموں پر لحاظ نہ کریں جو تکرار کا باعث ہوتے ہیں اور اس انتظام الٰہی کے موافق نہیں جو ایمان پر مبنی ہے اسی طرح اب بھی کرتا ہوں۔" (۱-تیمتھیس ۱/۳-۴)

جوں جوں پولوس کو تقویت ملتی جاتی ہے وہ باہمی کشمکش اور بحث و تکرار میں اپنا پہلو غالب کرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ موقع ملنے پر اپنے خیال کے مخالفین کو ایمان سے برگشتہ اور شیاطین کی تعلیم دینے والے قرار دے دیتا ہے۔ اپنے ایک خط میں کہتا ہے :-

"روح صاف فرماتا ہے کہ آئندہ زمانوں میں بعض لوگ گمراہ کرنیوالی روحوں اور شیاطین کی تعلیموں

کی طرف متوجہ ہو کر ایمان سے
برگشتہ ہو جائیں گے۔ یہ اُن جھوٹے
آدمیوں کی ریاکاری کے باعث ہوگا
جن کا دل گویا گرم لوہے سے داغا
گیا ہے۔" (۱-تیم ۴/۱-۲)

جب کسی پر حقیقت واشگاف ہو جاتی اور وہ الجھا ہوا پولوسی جنگل سے چھٹکارا پا کر اس سے علیحدہ ہو جاتا تو یہ اپنے ہم خیالوں کی تلاش کرتا اور انہیں اپنے پاس بُلا لیتا تاکہ ذاتی قوت و طاقت میں کوئی کمی واقع نہ ہو اور نہ ہی عام طور پر کوئی خلا محسوس ہو سکے۔ ایک موقعہ پر جب بہت سے لوگ پولوس سے کنارہ کش ہونے لگے تو اس نے اپنے ایک ہم خیال کو تحریر کیا:۔

"میرے پاس جلد آنے کی کوشش
کرو کیونکہ دیماس نے اس موجودہ
جہان کو پسند کر کے مجھے چھوڑ دیا
اور تھسلنیکے کو چلا گیا اور کریسکینس
گلتیہ کو اور ططس دلمتیہ کو۔ صرف
لوقا میرے پاس ہے۔ مرقس کو ساتھ
لے کر آ جا کیونکہ خدمت کے لئے
وہ میرے کام کا ہے۔"
(۲-تیم ۴/۹-۱۱)

پولوس کے مدمقابل:۔

اس موقعہ پر یہ امر خاص طور پر ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ پولوس کے اس تمام تکرار اور غضب ختنہ کے مورد وہ لوگ تھے جو مسیح کی اور شریعت کی باتوں پر زور دیتے ہوئے خدا کی طرف سے الٰہی برکت کے نشان ختنہ کی طرف خصوصی توجہ دلاتے تھے۔ خود پولوس رسول کہتا ہے :۔

"جتنے لوگ جسمانی نمود چاہتے ہیں
وہ تمہیں ختنہ کرانے پر مجبور کرتے ہیں
صرف اس لئے کہ مسیح کی صلیب کے
سبب سے ستائے نہ جائیں۔ کیونکہ
ختنہ کرانے والے خود بھی شریعت
پر عمل نہیں کرتے۔ مگر تمہارا ختنہ
اس لئے کرانا چاہتے ہیں کہ تمہاری
جسمانی حالت پر فخر کریں۔"
(گلتیوں ۶/۱۲-۱۳)

واضح تکرار کا ذکر:۔

اعمال کی کتاب میں ایک نمایاں تکرار کا تذکرہ پندرھویں باب میں موجود ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ :۔

"پھر بعض لوگ یہودیہ سے
آ کر بھائیوں کو تعلیم دینے لگے کہ
اگر موسیٰ کی رسم کے موافق تمہارا
ختنہ نہ ہو تو تم نجات نہیں پا سکتے۔"

آگے لکھا ہے کہ "پولوس اور برنباس نے سخت تکرار کی"۔ اس نمایاں تکرار سے یہ امر عیاں ہو جاتا ہے کہ پولوس کے مدمقابل شریعت کی باتوں مثلاً ختنہ وغیرہ کے حامی لوگ تھے۔ اور درحقیقت وہی لوگ

مسیحؑ کے جانشین تھے کیونکہ مسیحؑ خود شریعت پر زور دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ بڑے واضح رنگ میں آپؑ ایک موقع پر فرماتے ہیں:۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں
کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا
ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا
کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے
سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان
اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا
ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ
ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ
ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے
سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو
توڑے گا اور یہی آدمیوں کو
سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی
میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ لیکن
جو ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم
دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں
بڑا کہلائے گا" (متی ۵/۱۷-۱۹)

دوسری طرف پولوس شریعت کے خلاف اپنے وعظوں میں بار بار بیان کرتا ہے کہ:۔

"شریعت کے اعمال سے کوئی
بشر اس کے حضور راستباز نہیں
ٹھہرے گا"

پھر کہا:۔

"انسان شریعت کے اعمال کے
بغیر ایمان کے سبب سے راستباز
ٹھہرتا ہے"

آگے چل کر کہتا ہے:۔

"اگر شریعت والے ہی وارث
ہوں تو ایمان بے فائدہ رہا اور
وعدہ لاحاصل ٹھہرا کیونکہ شریعت
تو غضب پیدا کرتی ہے اور جہاں
شریعت نہیں وہاں عدول حکمی
بھی نہیں" (رومیوں باب ۴)

پس پولوس کے ان خیالات و جدید نظریات کے باعث ایک مستقل کشمکش کا پیدا ہونا لازمی امر تھا کیونکہ دوسری طرف شریعت پر زور دینے والے شاگردانِ مسیحؑ کے پاس براہ راست مسیحؑ کے تاکیدی احکام موجود تھے جن میں مسیح علیہ السلام بڑے زور کے ساتھ توریت اور نبیوں کی کتابوں پر عمل کی وصیت کرتے تھے۔ (متی ۵/۱۲)

دراصل پولوس کا وجود ہی مجسم کشمکش کی حیثیت رکھتا تھا۔ ابتداءً جس طریق سے وہ خود کو مسیحیت میں مدغم کرنا چاہتا تھا اور جو کشف اس نے بیان کیا عام حالات متقاضی تھے کہ اس کے مطابق مسیح کی طرف سے شاگردوں کو بھی اطلاع کر دی جاتی۔ مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ شاگرد بجائے مانوس ہونے کے پولوس سے بدکتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"اس نے (پولوس نے) یروشلم میں

پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب اُس سے ڈرتے تھے کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے۔"

(اعمال ۹/۲۶)

پولوس کا ردِ عمل:۔

مسیحیت کا لبادہ اوڑھنے کے بعد بھی یہودی اس سے کبھی مانوس نہ ہوتے تھے بلکہ ہر موقعہ پر وہ پولوس کی مخالفت کرتے اور اسے نیست و نابود کرنے کے درپے رہتے۔ اس پر پولوس نے مسیح کے دشمن اور مسیح کے حواریوں کے عقائد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اعلان کر دیا:۔

"ضرور تھا کہ پہلے خدا کا کلام تمہیں سنایا جاتا لیکن چونکہ تم اس کو رد کرتے ہو اور اپنے آپ کو ہمیشہ کی زندگی کے ناقابل ٹھہراتے ہو تو دیکھو ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں"

(اعمال ۱۳/۴۶)

یہ واقعہ پولوس کی مسیحیت میں آمد پر ابتدائی ایام سے متعلق ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زورِ بیان کو یہودیوں اور یونانیوں کی اکثریت تسلیم کرتی تھی (اعمال ۱۴/۱) بہرحال اس سے ظاہر ہے کہ اس شخص نے ابتدا ہی مسیح اور مسیح کی کلیسا سے ٹکر کے ساتھ کی۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

بعد کے حالات نے بتا دیا کہ کبھی پولوس اور دیگر رسولوں کی باہم بن نہ سکی اور دھیرے دھیرے چپقلش بڑھتی چلی گئی لیکن پولوس کی غیر معمولی طبعی قوتوں کے باعث پلڑا اس کا ہی بھاری رہا اور نتیجۃً آخر کار یہ شخص "عہد نامہ جدید" پر بھی چھا گیا اسی لئے آج ہمارے سامنے عہد جدید کا اکثر حصہ اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

باہمی تفرقہ و فساد سے متعلق پولوس کے اعلان:۔

موقع شناس سیاست دان پولوس سے اپنے باعث پیدا شدہ تفرقے مخفی نہ تھے وہ جانتا تھا کہ کس طرح اور کس رنگ میں باہمی افتراق و انتشار پھیل رہا ہے۔ اس موقع پر ایک ہوشیار اور بیدار مغز سیاسی انسان کا فرض ہوتا ہے کہ افتراق و انتشار سے بچنے کے متعلق بیانات دینا شروع کر دے۔ پولوس رسول بھی اس اہم نکتہ سے آگاہ تھا اسی لئے ایک موقع پر وعظ کرتے ہوئے اُس نے اعلان کیا:۔

"اب اے بھائیو! یسوع مسیح جو ہمارا خداوند ہے اس کے نام کے وسیلہ سے میں تم سے التماس کرتا ہوں کہ سب ایک ہی بات کہو اور تم میں تفرقے نہ ہوں بلکہ باہم یکدل اور یک رائے ہو کر کامل بنے رہو۔ کیونکہ اے بھائیو! تمہاری نسبت

مجھے خلوئے کے گھر والوں سے معلوم
ہوا کہ تم میں جھگڑے ہو رہے ہیں
میرا یہ مطلب ہے کہ تم میں سے کوئی
تو اپنے آپ کو پولس کا کہتا ہے کوئی
اپلوس کا کوئی کیفا کا کوئی مسیح کا۔
کیا مسیح بٹ گیا؟" (۱-کرنتھیوں ۱/۱۰-۱۲)

اسی طرح کہتا ہے :۔
"لیکن دراصل تم میں بڑا نقص یہ
ہے کہ آپس میں مقدمہ بازی کرتے ہو
ظلم اٹھانا کیوں نہیں بہتر جانتے؟
اپنا نقصان کیوں نہیں قبول کرتے؟
بلکہ تم ہی ظلم کرتے اور نقصان پہنچاتے
ہو اور وہ بھی بھائیوں کو۔"

(۱-کرنتھیوں ۶/۷-۸)

اس مثبت وعظ و تلقین کے علاوہ پولوس حسب موقع تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے منفی رنگ میں بھی اظہار خیال کرتا ہے۔ گلتیوں کے نام اپنے خط میں رقمطراز ہے :۔

"میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے
تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا اس سے
تم اس قدر جلد پھر کر کسی اور طرح
کی خوشخبری (انجیل) کی طرف مائل
ہونے لگے۔ مگر وہ دوسری نہیں
البتہ بعض ایسے ہیں جو تمہیں گھبرا دیتے
اور مسیح کی انجیل کو بگاڑنا چاہتے
ہیں" (گلتیوں ۱/۶-۷)

دیگر شاگردوں کے بیانات :۔

آنے والے خطرہ اور کلیسیا میں باہمی کشمکش اور ناچاکی کو بھانپتے ہوئے بزرگ پطرس نے کھلے بندوں کہہ دیا تھا :۔

"جس طرح اس امت میں جھوٹے
نبی بھی تھے اسی طرح تم میں بھی جھوٹے
استاد ہوں گے جو پوشیدہ طور
پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے
اور اس مالک کا انکار کریں گے جس
نے انہیں مول لیا تھا اور اپنے آپ کو
جلد ہلاکت میں ڈالیں گے۔ اور
بہتیرے ان کی شہوت پرستی کی
پیروی کریں گے جن کے سبب سے
راہ حق کی بدنامی ہوگی اور وہ لالچ
سے باتیں بنا کر تم کو اپنے نفع کا
سبب ٹھہرائیں گے۔" (۲-پطرس ۲/۱-۳)

پطرس کے اس بیان کی زیادہ وضاحت بعض دیگر بزرگوں کے بیانات سے ہو جاتی ہے۔ جیسے یوحنا کے عام خط میں مذکور ہے :۔

"اے لڑکو! یہ اخیر وقت ہے اور
جیسا تم نے سنا ہے کہ مخالف مسیح
آنے والا ہے۔ اس کے موافق اب
بھی بہت سے مخالف مسیح پیدا ہو گئے

ہیں۔ اس سے ہم جانتے ہیں کہ یہ اخیر
وقت ہے۔ وہ نکلے تو ہم ہی میں
سے تھے مگر ہم میں سے تھے
نہیں۔ اس لئے کہ اگر ہم میں سے
ہوتے تو ہمارے ساتھ رہتے۔"
(۱۔ یوحنا ۲/۱۸-۱۹)

اسی طرح یعقوب کے بھائی یہوداہ نے کہا :-

"بعض ایسے شخص چپکے سے ہم
میں آملے ہیں جن کی اس سزا کا ذکر
قدیم زمانہ میں پیشتر سے لکھا گیا تھا
یہ بے دین ہیں اور ہمارے خدا کے
فضل کو شہوت پرستی سے بدل ڈالتے
ہیں اور ہمارے واحد مالک اور
خداوند یسوع مسیح کا انکار کرتے
ہیں" (یہوداہ ۴)

پھر کہا کہ :-

"یہ وہ آدمی ہیں جو تفرقے ڈالتے
ہیں اور نفسانی ہیں اور روح سے
بے بہرہ" (یہوداہ ۱۹)

دوسری طرف

ختنہ کے مخالفین باواز بلند سب الزام مختونوں پر تھوپ رہے تھے۔ چنانچہ عہد جدید میں وارد ہے :-

"بہت سے لوگ سرکش اور بیہودہ گو
اور دغاباز ہیں خاص کر مختونوں
میں سے۔ ان کا منہ بند کرنا چاہیئے
یہ لوگ ناجائز نفع کی خاطر
ناشائستہ باتیں سکھا کر گھر کے گھر
تباہ کر دیتے ہیں۔ ان ہی میں سے
ایک شخص نے کہا ہے جو خاص ان
کا نبی تھا کہ کریتی ہمیشہ جھوٹے،
موذی جانور اور کھاؤ ہوتے
ہیں" (ططس ۱/۱۰-۱۲)

خلاصۂ کلام :-

ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائی کلیسیا میں کسی نہ کسی طرح باہمی مگر مستقل اور دائمی کشمکش نے جنم لے لیا تھا جس کے نتیجہ میں رہنمایانِ مسیحیت میں باہم اتفاق و اتحاد نہ تھا۔ یہ ایک دوسرے سے بدظن اور در باطن ایک دوسرے کے مخالف ہوتے تھے۔ اس امر کی وضاحت کیلئے اعمال کی کتاب کا ایک حوالہ مفید ہوگا۔ لکھا ہے :-

"برنباس کی صلاح تھی کہ یوحنا کو
جو مرقس کہلاتا ہے اپنے ساتھ
لے چلیں مگر پولوس نے یہ مناسب
نہ جانا کہ جو شخص پمفولیہ میں کنارہ
کر کے اس کام کے لئے ان کے
ساتھ نہ گیا تھا اس کو ہمراہ لے چلیں
پس ان میں ایسی سخت تکرار ہوئی
کہ ایک دوسرے سے جدا
ہو گئے اور برنباس مرقس کو لیکر

جہاز پر کپرس کو روانہ ہو گیا۔"
(اعمال $\frac{15}{39-37}$)
اس باہمی ناچاقی اور کشمکش کو دیکھ کر یعقوب
نے کہا:۔
"تم میں لڑائیاں اور جھگڑے
کہاں سے آ گئے؟ کیا ان خواہشوں
سے نہیں جو تمہارے اعضاء میں
فساد کرتی ہیں۔" (یعقوب $\frac{4}{1}$)
پھر انہیں نصیحت کرتے ہوئے ہمدردانہ رنگ
میں فرماتے ہیں:۔
"خداوند کی آمد قریب ہے۔
اے بھائیو! ایک دوسرے کی
شکایت نہ کرو تاکہ تم سزا نہ پاؤ۔
دیکھو منصف دروازہ پر کھڑا ہے۔"
(یعقوب $\frac{5}{9-8}$)

کلیسیا میں کشمکش کی حکمت:۔

اس ساری کشمکش میں ایک عظیم الشان حکمت
پوشیدہ تھی جس کو حضرت مسیح نے تمثیلوں اور اپنے
واضح ارشادات کے ذریعہ موقع بموقع سمجھانے کی
کوشش کی۔ آپ فرماتے ہیں:۔
"جس بادشاہی میں پھوٹ پڑتی
ہے وہ ویران ہو جاتی ہے اور جس
شہر یا گھر میں پھوٹ پڑے گی وہ
قائم نہ رہے گا۔" (متی $\frac{12}{25}$)
انجیل مرقس میں لکھا ہے:۔

"اگر کسی سلطنت میں پھوٹ پڑ جائے
تو وہ سلطنت قائم نہیں رہ سکتی اور
اگر کسی گھر میں پھوٹ پڑ جائے تو وہ
گھر قائم نہ رہ سکے گا۔" ($\frac{3}{25-24}$)
اسی طرح لوقا کی انجیل میں وارد ہے:۔
"جس سلطنت میں پھوٹ پڑے وہ
ویران ہو جاتی ہے اور جس گھر میں
پھوٹ پڑے وہ برباد ہو جاتا ہے۔"
(لوقا $\frac{11}{17}$)
یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم کی فطری
عادات اور ابتدائی اعمال کو دیکھ کر پورا اندازہ لگا لیا
تھا کہ ان میں برے سے بڑا بھی ملامت کے لائق ہے
(مرقس $\frac{6}{34}$) اور یہ قوم اپنے کاموں کی وجہ سے جلد
باہم ایک شدید کشمکش میں مبتلا ہو کر دائمی پھوٹ اور
جھگڑے کی وارث ہو جائے گی اس لئے آپ نے
ایک موقع پر صاف صاف لفظوں میں فرما دیا:۔
"اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا
کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور
اُس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی
جائے گی۔" (متی $\frac{21}{43}$)
ایک دوسرے موقع پر حضرت مسیح نے اور زیادہ
کھلے الفاظ میں فرمایا:۔
"میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے
پورب اور پچھم سے آ کر ابرہام
اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ

آسمان کی بادشاہی کی ضیافت میں
شریک ہوں گے مگر بادشاہی کے
بیٹے باہر اندھیرے میں ڈالے جائیں گے۔
وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔"
(متی ۸/۱۱-۱۲)

پھر خود کو مسیح کی طرف منسوب کرنے والے گروہ کو مخاطب کرتے ہوئے بتا دیا کہ میں تمہیں کہوں گا:-

"اے بدکارو! تم سب مجھ سے
دُور ہو وہاں رونا اور دانت پیسنا
ہوگا جب تم ابرہام اور اضحاق اور
یعقوب اور سب نبیوں کو خدا کی
بادشاہی میں شامل اور اپنے آپ کو
باہر نکالا ہوا دیکھو گے اور پورب پچھم
اُتر دکھن سے لوگ آکر خدا کی بادشاہی
کی ضیافت میں شریک ہوں گے۔ اور
دیکھو بعض آخر ایسے ہیں جو اوّل
ہوں گے اور بعض اوّل ہیں جو آخر
ہوں گے" (لوقا ۱۳/۲۸-۳۰)

حرفِ آخر:-

ابتدائی مسیحی کلیسیا میں پھوٹ اور طویل کشمکش دراصل الہٰی پیشگوئیوں اور قدیم روحانی پروگرام کے مطابق رونما ہوئی جس کے متعلق قبل از وقت حضرت مسیح اور دیگر بزرگ تنبیہ کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ اس عظیم امر کی طرف توجہ دلاتے رہے جس کی طرف اقوام کے سلسلہ میں یہ سب کچھ مقدر تھا۔ بالآخر صحفِ سابقہ اور انبیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق دائمی صلح، امن اور آشتی کا پیغام، اسلام، دنیا میں آیا جس نے مدتوں کی کشمکش کو خیر فانی اور لاثانی اخوت کے پیمانہ میں بدل دیا اور دنیا نے بھائی چارہ کی وہ مثال دیکھی جس کی نظیر تلاش کرنا عبث ہے۔ خدا کرے مسیح کی طرف منسوب عیسائیوں کو حق پہچاننے کی توفیق ملے اور وہ روحانی قوتوں کے مظہر اور اس کے ذریعہ پیدا کردہ عظیم انقلاب کو دیکھیں جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

مَا دَفَنتُهُمْ قَوْمًا كَرُوثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتُهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ

اب روشنی کا دور آگیا اور صداقت جلوہ گر ہو رہی ہے۔ "تاریکی مٹتی جاتی ہے اور حقیقی نور چمکنا شروع ہو گیا ہے۔" (۱-یوحنا ۲/۸)

پس سے

آؤ عیسائیو ادھر آؤ!
نورِ حق دیکھو راہ حق پاؤ!

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

درخواستِ دُعا

الفرقان کے خاص معاونین کے لئے احباب سے دعا کے لئے درخواست ہے اللہ تعالیٰ ان پر خاص فضل نازل فرمائے۔ آمین

(مینیجر)

حاصلِ مطالعہ

(جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

برصغیر پاک و ہند کے مشہور و معروف اشاعتی ادارہ ــــ فیروز سنز ــــ نے مشاہیر عالم کی مختصر سوانح کا ایک مفید اور معلومات افروز سلسلہ جاری کیا ہے جو جیبی تقطیع پر مشتمل اور دیدہ زیب ہے۔ ذیل میں اس سلسلہ کی چند کتابوں کے بعض اہم اور ضروری اقتباسات ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔

(۱) اُمت میں فیضانِ نبوت اور حضرت ابن عربیؒ

(الف) "ابن عربیؒ نے نبوت کو دو اقسام میں تقسیم کیا تھا نبوتِ تشریعی اور نبوت غیر تشریعی۔ ان کے خیال میں نبوتِ تشریعی محمدؐ رسول اللہ پر ختم ہوگئی لیکن نبوتِ غیر تشریعی جاری ہے اور جاری رہے گی۔" (ابن عربی صفحہ ۴۲)

(ب) "شیخ اکبرؒ کے سارے فلسفے کا نچوڑ یہ ہے کہ ... اُمت میں ایسے نبی ہو سکتے ہیں جو صرف اُن کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ناقل) لائی ہوئی شریعت کے احیاء کیلئے کام کریں۔" (صفحہ ۹۶)

(ج) "ابن عربیؒ کا کہنا ہے کہ محمدؐ رسول اللہ حقیقت الحقائق ہیں یعنی اللہ نے سب سے پہلے اُن کے نور یعنی حقیقت کو پیدا کیا۔ دوسری طرف وہ آخری نبی اور رسول ہیں اِس طرح کہ اُن کے بعد کوئی شریعت نہیں آئے گی۔" (صفحہ ۵۵)

(د) "ابن عربیؒ نبوت و رسالت کو محمدؐ رسول اللہ پر ختم سمجھتے ہیں مگر صرف بحیثیت نبوتِ تشریعی یعنی اب اُن کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آ سکتی مگر ایسا نبی آ سکتا ہے جو اُن کی لائی ہوئی شریعت کی تجدید کرے۔" (صفحہ ۴۷)

(۲) ایک لطیف خواب

"(ابن عربیؒ نے) خواب دیکھا ... جیسے آسمان کے تمام ستاروں سے یکے بعد دیگرے ان کا عقد ہوا ہے اور اُن کو ایک عجیب روحانی سکون میسّر آیا۔" (ابن عربی صفحہ ۸)

(۳) "فتوحاتِ مکیہ" کی رُوحانی عظمت

"ابن عربیؒ نے اپنے اور رسول اللہ کے درمیان بڑی طویل گفتگو نقل کی ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ انہوں نے فتوحاتِ مکیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ ان کو الہامی طور پر معلوم ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قلمبند کرنے کی اجازت دی تھی۔" (ابن عربی صفحہ ۱)

(۴) مقامِ معراج کا تصوّر

"ابن عربیؒ فلسفہ وحدت الوجود کے بانی ہیں اور معراج میں محمدؐ رسول اللہ کو بھی اللہ سے قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى پر ہی رکھتے ہیں۔ اُن کے خیال میں بھی یہ وصل وصلِ روحانی تھا نہ کہ وصلِ جسمانی۔" (ابن عربی صفحہ ۸)

(۵) سرسید احمد خان مرحوم کی "مسیحائی" اور "جہاد"

"سرسید مسیحائے قوم ہیں ..... اُن کا مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنا، اُن کی معاشرتی و مذہبی اصلاح کرنا سادہ و پُر مغز اُردو لکھنے پر زور دینا، غلط قسم کے مولویوں کی مخالفت کرنا، یہ سب اس جہاد کے مختلف پہلو تھے جو سرسید نے مسلمان قوم کی حیاتِ نو کی غرض سے مسلسل تیس برس تک جاری رکھا۔" (سرسید احمد خان صفحہ ۲۰۸)

(۶) حضرت عیسٰیؑ کی بعثت کا مقصد

"موسوی شریعت بالکل بھلائی جا چکی تھی اور تورات کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔ حضرت عیسٰیؑ کے نبی بنا کر بھیجے جانے کا مقصد یہ تھا کہ آپ یہودی قوم کو تورات پر عمل کی تلقین کریں۔" (حضرت عیسٰی علیہ السلام صفحہ ۱۷)

ایک عجیب خبر اور حیرت انگیز بیان

روزنامہ امروز لاہور مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۹ء کی خبر ہے:-

"کراچی ۲۹ ستمبر، مولانا مودودی نے رباط کی تعلیمی کانفرنس میں حصہ لینے کے بعد پاکستان کا واپسی ہوائی سفر کیا تو اُن کی شیروانی کی جیب میں مراکش کی ایک نوخیز دلکش حسینہ کی رنگین تصویر تھی۔ اس بات کا انکشاف کل مولانا کی مراجعت کے وقت کراچی کے ہوائی اڈے پر ہوا۔ مولانا مودودی نے جہاز سے اترنے کے بعد کسٹم کی جانچ پڑتال کے لئے سفر کے کاغذات امیر جماعت اسلامی کراچی مولانا صابر حسین شرقی کے حوالے کئے تو انہوں نے مولانا موصوف کے ٹکٹ کی پشت پر مراکشی حسینہ کی تصویر دیکھی اور جھینپ گئے۔ مولانا مودودی نے ٹکٹ کی تصویر پر مولانا شرقی اور پاس کھڑے اخبار نویسوں کو حیرت کا اظہار کرتے ہوئے دیکھا تو طنزاً فرمایا "یہ مراکش کی حسینہ ہے اسکے بغیر وہاں کے لوگوں کا کام نہیں چلتا"۔"

الفرقان:- یہ خبر عجیب ہے اور جناب مودودی کا بیان مزید حیرت انگیز ہے۔ ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ مراکش کی اسلامی سلطنت کے اس انداز پر مودودی صاحب نے کیا کوئی کارروائی فرمائی یا وہ اِس تصویر کو خاموشی سے جیب میں ڈال کر لے آئے ؟ ؟

قرآن ایک چشمۂ آبحیات ہے

تاریخ کے اوراق یہ دیتے ہیں شہادت — جب تک کہ دلوں میں رہی قرآن کی عظمت
حاصل رہی ہر گام پہ اللہ کی نصرت — مسلم کو ملی کرۂ ارضی کی حکومت

قرآں کی بدولت ملی مومن کو وہ رفعت
خورشید قمر کاہکشاں کو بھی تھی حیرت

ہاتھ آ کے فرشتوں نے مسلماں سے ملائے — دُور اور گریزاں رہے شیطان کے سائے
قرآن سے مومن نے عجب مرتبے پائے — خدمت کے لئے صاحبِ تخت و نگیں آئے

قرآن نے انسان کو انسان بنایا
انسان بنا کر اسے ذی شان بنایا

صدیقؓ سے کمالِ محمدؐ ہے ضوفشاں — فاروقؓ سے جلالِ محمدؐ ہوا عیاں
عثمانؓ با جمال میں نورِ نبیؐ نہاں — حیدرؓ کے بوئے خوش سے معطر مشامِ جاں

قرآن کے شجر کے یہ سب شیریں ثمر ہیں
حیرت سے کھڑے تکتے انہیں نجم و قمر ہیں

قرآن پہ فدا تھی صحابہؓ کی جماعت — قائم تھی اُن سے دہر میں قرآن کی حکومت
ہر صبح و شام کرتے تھے قرآں کی تلاوت — دن رات بس وہ کرتے تھے قرآن کی خدمت

اس کا صلہ تھا یہ کہ خداوندِ کردگار
وا نعمتوں کے کر دیئے در ہائے بے شمار

قرآن ایک چشمۂ آبِ حیات ہے — عامل ہوا جو اس پہ وہ قدسی صفات ہے
سینے میں اسکے جلوہ فگن حق کی ذات ہے — بے اسکے مومنوں پہ ممات ہی ممات ہے

جامِ وصالِ دوست ہے یہ زیرِ آسماں
لب سے لگانے کے لئے بے چین قدسیاں

عرفان و علمِ حق کا ہے اک بحرِ بے کنار — برکات اور فیوض ہیں بیرون از شمار
الفاظ اس کے گویا ہیں دُرہائے آبدار — شیطاں کے وسوسوں کے لئے ہے یہ ذوالفقار

بامِ مراد و عمل کا قرآن ہے زینہ
ہر شک و بے یقینی سے بس پاک ہے سینہ

جناب سید ادریس احمد صاحب
عاجز
عظیم آبادی

ہدیۂ عقیدت بحضور سرورِ کائناتؐ

(جناب حنیف ادیب صاحب راولپنڈی)

والیٔ کون ومکاں عالی صفات
مشعلِ نورِ ہدایت تیری ذات

تیرے دم سے یہ جہانِ مہر و ماہ
تیرے دم سے یہ نظامِ کائنات

تیرے دم سے زندگی تابندہ تر
تیرے دم سے نور کا منبع حیات

تیرے دم سے رونقِ کون ومکاں
تیرے دم سے بزمِ ہستی کو ثبات

تیری ہستی باعثِ تسکینِ جاں
چشمۂ تسنیم و کوثر تیری بات

علم تیرا اک سمندر کی اتھاہ
پا نہیں سکتی جسے انساں کی ذات

عمل تیرا بے مثل پائندہ تر
وجہِ فخرِ انس و جنّ و شش جہات

یاد تیری باعثِ تسکینِ دل
تیرا ذکر و فکر ہی میری حیات

ایک مجاہد کے والد کے جذبات

مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح شاہد ۲۱/۹/۶۹ کو برائے تبلیغِ اسلام سیرالیون روانہ ہوئے۔ ان کے والد صاحب مکرمی سردار عبدالحق صاحب شاکر واقفِ زندگی کے جذبات کو مندرجہ ذیل اشعار میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ (عبدالحمید آصف ایم۔اے)

ہر قدم پر تیرا حافظ ہو خدائے دو جہاں
تجھ کو کر دے حق تعالیٰ کامیاب و کامراں

پرچمِ اسلام کو اونچا اُڑا ایسا اُڑا
نعرۂ تکبیر کہہ اُٹھیں سبھی کر و بیاں

جا رہا ہے سُوئے افریقہ مرا پیارا پسر
اے خدا! مقبول احمد کو تُو کر معجز بیاں

تیرے ہی فضل و کرم سے دین کو قوت ملے
اے خدا! مقبول احمد کو بنا دے پہلواں

لشکرِ کفار پر یلغار وہ ایسی کرے
توڑ دے وہ حامیانِ کفر کی سب کچلیاں

شاکرِ تفتہ جگر کی عاجزانہ ہے دعا
ہر قدم پر تیرا حافظ ہو خدائے دو جہاں

المسجد الاقصیٰ

(جناب وسیم گورداسپوری ملتان)

مرے مُسلم تجھے غیرت دکھانے کا یہ وقت آیا
ہے اُلفت کس کو آقا سے بتانے کا یہ وقت آیا

تری غیرت کو للکارا ہے شیطاں نے کُھلے بندوں
اُٹھو تاجِ کفن سر پر سجانے کا یہ وقت آیا

وہ مسجد قبلۂ اوّل وہ مسجد قبلۂ موسیٰ
اُسے دشمن کے چنگل سے چُھڑانے کا یہ وقت آیا

وہی بیت المقدّس جس پہ آقا نے قدم رکھے
اُسی پر جان کی بازی لگانے کا یہ وقت آیا

اُٹھو اب خوابِ غفلت سے چلو دشمن کو للکاریں
تجھے مردانگی اپنی دکھانے کا یہ وقت آیا

وسیم اب بات کرنے کا نہیں موقع عمل کا ہے
عمل سے خُلد میں گھر کو بنانے کا یہ وقت آیا

اذکروا موتاکم بالخیر

محترم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب مرحوم کی یاد میں

مرحوم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع ملتان سلسلہ کے ایک فدائی اور بہت مخلص کارکن تھے۔ اپنے قیامِ ملتان کے دوران میں نے ان کو بہت قریب سے دیکھا اور اُن کے ساتھ کام کیا ہے۔ اُن کے اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے اُن کی وفات پر ذیل کے اشعار اُن کے ذکرِ خیر کے طور پر پیش ہیں۔

(خاکسار محمد شفیع اشرف مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم راولپنڈی)

ہوگئے دُنیا سے رُخصت ڈاکٹر عبدالکریم
کس قدر تھے نیک سیرت ڈاکٹر عبدالکریم

نیک طلعت نیک فطرت ڈاکٹر عبدالکریم
نیک نیّت نیک طینت ڈاکٹر عبدالکریم

وصف تھا خندہ مزاجی، خندہ روئی تھا شعار
زندہ دل زندہ طبیعت ڈاکٹر عبدالکریم

بُردباری اُن کا شیوہ تھا، وقار اُن کا طریق
صاحبِ فہم و فراست ڈاکٹر عبدالکریم

سادگی کا ایک پیکر تھے بصد حُسن خلوص
انکساری کے تھے مُورت ڈاکٹر عبدالکریم

نیکیوں کا وزن میزانِ عمل میں بڑھ کے تھا
بیشتر جی تھے اہلِ جنّت ڈاکٹر عبدالکریم

- - - - - - - -

دین تھا اُن کا مقدّم اُن کی دُنیا پر ہمیش
جانتے تھے عہدِ بیعت ڈاکٹر عبدالکریم

تھے کمربستہ ہمیشہ خدمتِ دیں کے لئے
تھے سراسر عزم و ہمّت ڈاکٹر عبدالکریم

جان و مال و آبرو حاضر تھے اس کی راہ میں
تھے نثارِ احمدیّت ڈاکٹر عبدالکریم

عشق تھا اُن کو خلافت سے عجب دیوانہ وار
تھے ہمیشہ محوِ طاعت ڈاکٹر عبدالکریم

خدمتِ دیں کے لئے دن رات اُنکا ایک تھا
وقف ہی تھے فی الحقیقت ڈاکٹر عبدالکریم

تھی اُنہیں ملحوظ ہر چھوٹے بڑے کی بہتری
یوں نباہتے تھے "امارت" ڈاکٹر عبدالکریم

دین کے خدام کا بے حد اُنہیں تھا احترام
کرتے تھے دل سے محبت ڈاکٹر عبدالکریم

اُن کا گھر مہمان خانہ تھا ہر اک کے واسطے
دیتے تھے ہر اک کو دعوت ڈاکٹر عبدالکریم

دوستوں کے ساتھ تھا اُن کا عجب حُسنِ سلوک
تھے اخوت ہی اخوت ڈاکٹر عبدالکریم

گر کوئی بیمار ہو جاتا تو خود کرتے علاج
جاتے تھے بہرِ عیادت ڈاکٹر عبدالکریم

مستحق بیمار کو وہ مفت دیتے تھے دوا
لیتے تھے ہرگز نہ قیمت ڈاکٹر عبدالکریم

تھے غریبوں کا سہارا بے کسوں کے دستگیر
کرتے تھے ہر اک کی خدمت ڈاکٹر عبدالکریم

نوعِ انساں کی بھلائی کے لئے دل تھا وسیع
کرتے رہتے تھے سخاوت ڈاکٹر عبدالکریم

کام آجائیں کسی کے جس طرح بھی ہو سکے
بس یہی رکھتے تھے نیت ڈاکٹر عبدالکریم

خوبیاں اُن کی کہاں تک کر سکے کوئی بیاں
بس سراپا تھے شرافت ڈاکٹر عبدالکریم

یوں تو ہیں ملتان کے احباب سب پیارے مگر
یاد آتے ہیں بہ شدت ڈاکٹر عبدالکریم

رشک آتا ہے مجھے تو ایسے خوش انجام پر
کس قدر تھے نیک قسمت ڈاکٹر عبدالکریم

نیکیوں پر اس طرح ہو خاتمہ کہ سب کہیں
تھے فرشتہ، در حقیقت ڈاکٹر عبدالکریم

خوش نصیبی اور کیا کہیئے کہ ارضِ ربوہ میں
دفن ہیں حسب وصیت ڈاکٹر عبدالکریم

اشک ہیں آنکھوں سے جاری اور لب پر ہے دعا
تم پہ ہو مولا کی رحمت ڈاکٹر عبدالکریم

سایۂ فضلِ خداوندی رہے تم پر سدا
ہو مبارک تم کو جنت ڈاکٹر عبدالکریم

رازِ بقاء

(محترم مرزا محمد سلیم صاحب اختر)

حزیں مجھ سا کوئی دونو جہاں میں ہو نہیں سکتا
حسیں تجھ سا کوئی کون و مکاں میں ہو نہیں سکتا

خدایا کونسی تقصیر میری مجھ کو لے ڈوبی
کہ تیرے وصل کا کوئی بھی ساماں ہو نہیں سکتا

مری جاں تو نکلتی ہے تو کچھ پرواہ نہیں اس کی
جُدا دل سے مرے اُلفت کا پیکاں ہو نہیں سکتا

مجھے گر شاد کرنا ہے تو اِک جلوہ دکھا اپنا
مناظر ہائے جنت سے میں شاداں ہو نہیں سکتا

مزا محبوب پر مرنے میں جو آتا ہے عاشق کو
مزا ایسا حیاتِ جاوداں میں ہو نہیں سکتا

فنا کی آگ میں جل کر بقا کے راز کو پالے
بجز اس کے بقا تیری کا ساماں ہو نہیں سکتا

گنوا دی قشر کی خواہش میں تو نے عمر اے اختر
زمانے بھر میں تجھ سا کوئی ناداں ہو نہیں سکتا

حیاۃ ابی العطاء

میری زندگی

چند منتشر یادیں!

(۸)

میرا سفر ہردوار

۱۹۲۷ء کی بات ہے جبکہ سوامی شردھانند کے قتل پر ابھی چند ماہ گزرے تھے کہ آریوں کے مشہور علمی مرکز گوروکل کانگڑی میں اُن کی طرف سے ایک عظیم مذہبی کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز ہوئی۔ انہوں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو بھی اس کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی۔ حضور رضی اللہ عنہ نے دعوت منظور کرکے اپنا نمائندہ بھجوانے کا فیصلہ فرمایا اور مجھے ارشاد فرمایا کہ میں اس موقعہ پر پہنچوں اور مضمون پڑھوں۔

قادیان میں ابھی ریل نہ آئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا عام دستور تھا کہ آپ صحت کی صورت میں بیرونی ممالک میں جانے والے اور بیرونی ممالک سے آنے والے مبلغین کو الوداع کہنے اور ان کا استقبال کرنے کے لئے قادیان سے ہرچووال والی سڑک پر ڈلہ کے قریب موڑ تک تشریف لے جایا کرتے تھے اور احبابِ جماعت بھی حضور رضی اللہ عنہ کے باہر تشریف لے جانے پر اور واپس تشریف لانے پر اس مقام تک الوداع کہنے اور استقبال کرنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس جگہ پر ایک کنواں اور پیپل وغیرہ کے چند درخت بھی تھے۔ یہ جگہ قادیان سے قریباً میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھی۔ وہیں پر الوداعی اور استقبالیہ دعا کی جایا کرتی تھی۔

جس دن میں گوروکل کانگڑی (ہردوار) جانے کے لئے بس میں سوار ہوکر بٹالہ کے لئے روانہ ہوا اُس دن مارشس سے حضرت حافظ صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ دس بارہ برس کامیاب تبلیغِ اسلام کرنے کے بعد تشریف لائے تھے اور حضور رضی اللہ عنہ اُن کے استقبال کے لئے موڑ تک تشریف لے گئے تھے اور اُن کے ساتھ حضور رضی اللہ عنہ بھی پیدل قادیان کی طرف تشریف لا رہے تھے مخلصین کا انبوہِ کثیر حضور رضی اللہ عنہ کی معیت میں تھا۔ قریبًا

نصف رات پر ہی حضورؓ سے ملاقات ہوگئی۔ بس کو ایک طرف کھڑا کر کے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کر کے درخواست دعا کی اور پھر حضرت صوفی صاحبؓ سے مصافحہ کیا۔ اس وقت حضور رضی اللہ عنہ نے حضرت صوفی صاحبؓ سے پوچھا کہ آپ اس نوجوان کو جانتے ہیں! انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر حضورؓ نے میرے جانے کے بعد چلتے چلتے اُن سے تعریفی الفاظ میں میرا تعارف کرایا۔ حضرت صوفی صاحبؓ نے بعد ازاں مجھے بتا دیا تھا کہ حضور نے تمہارے متعلق اس طرح حسنِ ظن کا اظہار فرمایا تھا۔

میں بٹالہ سے امرتسر پہنچا۔ امرتسر سے اُن دنوں ہردوار کے لئے ایکسپرس جایا کرتی تھی۔ اس میں اُن دنوں بہت زیادہ ہجوم تھا۔ بصد مشکل جگہ ملی۔ اسی جگہ گاڑی میں مجھے قادیان کے آریہ لالہ ہری رام صاحب وغیرہ مل گئے۔ وہ بھی گورو کل کانگڑی جا رہے تھے۔ ہردوار کے اسٹیشن پر بوجہ نمائندہ حضرت امام جماعت احمدیہ ہونے کے منتظمین نے مجھے کار پیش کی جس کے ذریعہ دریائے گنگا کے دوسرے کنارے گورو کل کی عمارتوں میں پہنچے۔ یہ آریوں کا بہت بڑا مرکزی کالج ہے۔ اس موقعہ پر مذہبی کانفرنس کے علاوہ ان کا خاص اجتماع بھی تھا۔ گاندھی جی، پنڈت مالویہ، بنارس یونیورسٹی کے پرنسپل اور دیگر بڑے بڑے لیڈر بھی موجود تھے۔ بدھوں، جینیوں، سناتنیوں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر متعدد فرقوں کے نمائندے بھی آئے ہوئے تھے مسلمانوں کی طرف سے اور کوئی نمائندہ نہ تھا۔ بہت بڑا ہجوم تھا۔ ایک بڑا شہر آباد تھا۔ دکانیں بکثرت تھیں مگر سب ہندوؤں کی تھیں مسلمانوں کی کوئی دکان نہ تھی بلکہ مجھے وہاں کوئی مسلمان نظر نہ آیا۔ کانفرنس کے منتظمین نے مجھے گوروکل کے ایک بالائی کمرہ میں جگہ دی جس میں ایک پلنگ بھی موجود تھا۔ قادیان کے میرے ساتھی آریوں کو جگہ کی سخت تکلیف تھی، انہوں نے مجھ سے خواہش کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی رات کو اس کمرہ میں سو جایا کریں۔ میں نے ان کو اجازت دیدی۔

منتظمین میں گوروکل کے طلباء اور پروفیسر تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کیا بھوجن کریں گے؟ یعنی کونسا کھانا کھائیں گے۔ میں نے بے ساختہ کہا کہ میں پوتر بھوجن کروں گا یعنی پاک کھانا کھاؤنگا۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ پوتر بھوجن کونسا ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ جس کو ہندو کے ہاتھوں نے تیار نہ کیا ہو۔ اور اس کو ہندو کا ہاتھ نہ لگا ہو۔ کہنے لگے کہ آپ نے یہ تعریف کہاں سے بنالی ہے؟ میں نے کہا کہ آپ سے سیکھی ہے۔ آپ لوگوں کے نزدیک جس کھانے کو مسلمان نے تیار کیا ہو یا جسے مسلمان کا ہاتھ

چھوگیا ہو آپ کے نزدیک وہ کھانا بھرشٹ (ناپاک) ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اب جس کھانے کو ہندو کے ہاتھ لگ جائیں گے وہ ہمارے لئے قابلِ استعمال نہیں ہوگا۔ ان لوگوں نے سمجھا کہ میں شاید ان سے مذاق کر رہا ہوں وہ کہنے لگے کہ پھر تو آپ کو بڑی مشکل پیش آئے گی کیونکہ آپ کا مضمون تیسرے دن پڑھا جائے گا۔ آپ کو کم از کم تین دن ٹھہرنا ہوگا اور یہاں پر ہندوؤں کے سوا کوئی نہیں جو آپ کے لئے کھانا تیار کرے آپ کیا کریں گے؟ میں نے کہا کہ کھانا تو بہرحال ہندو کے ہاتھ کا کھایا نہ جائے گا ہاں وہ چیزیں (پھل وغیرہ) جو ہندو مسلمان سے خرید لیتے ہیں میں بازار سے خرید کر کھا لیا کرونگا۔ ایک نے کہا پینے کے پانی کا کیا کریں گے؟ میں نے کہا کہ نل موجود ہیں اور پھر پاس گنگا بہتی ہے۔

ایک پروفیسر صاحب کہنے لگے کہ آپ نے یہ طریق کب سے اختیار کیا ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ ہمارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) نے حال ہی میں یہ تحریک جاری فرمائی ہے کہ جب تک ہندو جاتی مسلمانوں سے چھوت چھات کرتی ہے مسلمانوں کو بھی ان سے یہی سلوک کرنا چاہیئے۔ پھر میں نے تفصیل سے تازہ درتمان کیس اور ہندو قوم کے صدیوں کے توہین آمیز سلوک کا ذکر کیا اور بتایا کہ مسلمانوں کی اقتصادی خرابی میں ہندوؤں کے اِس رویّہ کا بھی خاصہ دخل ہے۔ میں نے اُس وقت کہا کہ فرض کریں کہ ہندوستان میں اِس وقت سات کروڑ مسلمان ہیں اگر اوسط یہ بھی لگا لی جائے کہ ہر مسلمان روزانہ صرف ایک پیسہ کی بھی مٹھائی وغیرہ کھانے کی ایسی اشیاء ہندو دکانداروں سے خریدتا ہے جو ہندو مسلمان دکانداروں سے خریدنے کا روادار نہیں تو روزانہ ایسے سات کروڑ پیسے مسلمانوں کی جیبوں سے نکل جاتے ہیں جن کے واپس آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

اِس ساری تفصیل کو سُن کر ایک نوجوان پروفیسر بول پڑا کہ یہ آپ لوگوں کی بڑی خطرناک سکیم ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں اِسی "خطرناک سکیم" پر آپ لوگ صدیوں سے عمل پیرا ہیں مسلمانوں کو تو ابھی حال میں حالات کی مجبوری سے حضرت امام جماعت احمدیہ نے اِس طرف متوجہ کیا ہے۔

اِس مرحلہ پر مجمع میں سے ایک آواز آئی کہ آپ درحقیقت ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں نے شردھانندجی کو قتل کر دیا ہے کہیں آپ کو یہاں زہر نہ دیدیا جائے۔ میں نے کہا کہ اگر یہ بات ہوتی تو میں اکیلا کس طرح آپ لوگوں کے درمیان آجاتا۔ یہ بات نہیں ہے اصل

بات یہی ہے کہ آپ لوگ مسلمان قوم کی توہین کرتے ہیں اور مزید برآں اسے اقتصادی نقصان پہنچاتے ہیں اسلئے ہم نے مجبوراً یہ طریق اختیار کیا ہے۔ بعض پروفیسروں نے کہا کہ توہین والی بات نہیں ہے ہم خود آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو سمجھوتہ ممکن ہے مگر شرط یہ ہوگی کہ ہندو قوم بحیثیت قوم مسلمانوں کے خلاف چھوت چھات کو ترک کرے گی۔ اور آپ سب مسلمانوں سے مل کر کھایا کریں گے۔ وہ کہنے لگے یہ تو مشکل ہے ہم آپ کے ساتھ کھانے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے کہا کہ اس طرح تو بات وہیں رہے گی اور اصل مقصد حاصل نہیں ہوگا اسلئے اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے معذرت کر دی اور تین چار دن جب تک میں وہاں رہا میں بازار سے پھل اور مونگ پھلی وغیرہ خرید کر کھاتا رہا۔ میں نے اس عرصہ کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحریک کے مطابق گزار کر بہت لذت اور سرور حاصل کیا۔

میں اجتماع کی عام تقاریر بھی سنتا رہا تمام حالات کا جائزہ لیتا رہا اور آخری روز مذہبی کانفرنس میں اپنا مقالہ پڑھا۔ یہ کانفرنس جناب پرنسپل صاحب ہندو یونیورسٹی بنارس کے زیر صدارت منعقد ہوئی تھی۔ ہر نمائندہ کو تقریباً چالیس منٹ وقت دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی خوبیوں والا مقالہ نہایت توجہ اور انہماک سے سنا گیا۔ اور بہت سے لوگوں نے بعد میں بھی اس کا تذکرہ کیا۔ یہ مقالہ سلسلہ کے رسائل میں چھپ گیا تھا۔

واپسی سے پہلے جن جن ہندو صاحبان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی چھوت چھات کے مقابلہ کی سکیم کا علم ہوا انہوں نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ بعض نے تو برملا کہا کہ مسلمان اس اقدام کے لئے حق بجانب ہیں۔ ہماری طرف سے واقعی ان کے ساتھ ناواجب سلوک کیا جا رہا ہے۔ ہمیں خود اس کے دور کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔

سیالکوٹ میں ایک عظیم جلسہ

چھوت چھات کے برے اثرات مسلمان قوم میں سرایت کر رہے تھے۔ بہت سے حساس مسلمانوں کو اس کا احساس بھی تھا۔ مگر ٹھوس اور مؤثر کارروائی کے لئے وقت اور شخص مقدر ہوتا ہے۔ لاہور کے ہفت روزہ آریہ سماجی پرچہ ورتمان نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک نہایت دل آزار مضمون شائع کیا اور رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی۔ جب یہ رسالہ قادیان پہنچا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اسے پڑھا تو آپ کی بے چینی اور بے تابی دیکھی نہ جا سکتی تھی۔ آپ مسجد اقصیٰ قادیان میں حسب معمول عصر کے بعد درس قرآن کریم کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے کھڑے ہوتے ہی فرمایا کہ آج طبیعت سخت بے قرار ہے۔ پھر آپ نے ورتمان کے مضمون کا ذکر فرمایا۔ سارے مجمع میں بے چینی و بے قراری پھیل گئی۔ آپ نے آریوں کی اس اشتعال انگیزی کے اسباب بھی بتائے اور اس کے سدباب کے لئے ذرائع کا بھی ذکر فرمایا۔ اور دعاؤں پر خاص زور دینے کے لئے جماعت کو توجہ دلائی۔ اسی کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے سیرت خاتم النبیینؐ کے بیان کرنے کے لئے سارے ملک میں جلسوں کی تحریک فرمائی۔ اخبارات کو اس موضوع پر خاص نمبر شائع کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ مسلمانوں کو اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے تجارت کی طرف توجہ دلائی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ان حالات میں مسلمانوں کے لئے دینی غیرت کا بھی سوال ہے کہ وہ ہندوؤں کے ہاتھ سے ایسی چیزیں لے کر نہ کھائیں جو ہندو اُن کے ہاتھ سے لیکر نہیں کھاتے۔ غرض سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر نہایت شاندار اور ناقابلِ فراموش خدماتِ دینیہ سرانجام دیں۔

اس روز درس القرآن کے وقت میں حضور رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلومیت کے پیشِ نظر آپؐ کے مقام کی حفاظت کی طرف بھی خاص توجہ دلائی۔

دوسرے دن مجھے محترم جناب سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی معیت میں سیالکوٹ میں ایک بڑے عمومی جلسہ میں شرکت کے لئے جانا تھا۔ مَیں نے ملاقات میں اجازت اور دعا کے لئے درخواست کی۔ حضورؓ نے افسردگی کے عالم میں فرمایا کہ بس وہاں کے مسلمانوں کی غیرت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیں۔

سیالکوٹ میں یہ جلسہ قلعہ کے اُوپر ہوا تھا۔ پہلے محترم جناب سردار محمد یوسف صاحب مرحوم نے تقریر فرمائی۔ اُن کی تقریر نہایت مؤثر ہوئی تھی۔ اس جلسہ کی صدارت جناب سید عبد السلام صاحب سیالکوٹی مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ کر رہے تھے۔ اُن کا شہر میں بہت اثر تھا۔ مَیں نے محترم سردار صاحب موصوف کی تقریر کے آخری حصہ میں جناب صدرِ جلسہ کے کان میں کہا کہ آج میری تقریر زیادہ زوردار ہوگی بہتر ہوگا کہ کرسیٔ صدارت خالی رہے

اور سوائے میرے کوئی اس کی ذمہ واری کے نیچے نہ آئے۔ میں نے اپنے جذبہ کے ماتحت یہ بات کہی تھی اور اس میں جماعتی مفاد مدنظر تھا۔ مگر اس کا جو جواب اور جس انداز میں محترم جناب سید عبدالسلام صاحب مرحوم نے دیا وہ مجھے کبھی بھول نہیں سکتا۔ انہوں نے فوراً کہا کہ مولوی صاحب! آپ جو چاہیں کہیں ہم ہر قسم کی ذمہ واری اُٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس میدان میں ہم آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔

میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال محبت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا، اُن کی فدائیت اور ایثار کو مختصراً ذکر کیا اور ایک سچے مسلمان کا فریضہ بتایا۔ اس کے بعد میں نے ورتمان کے مضمون کی ابھی تین چار سطریں ہی پڑھی تھیں کہ لوگ چیخ اُٹھے کہ مولوی صاحب ہمارے لئے پروگرام پیش کریں، ہمیں اس شرارت کے علاج کے طریقے بتائیں۔ ہم یہ الفاظ برداشت نہیں کر سکتے۔ اس پر میں نے رسالہ رکھ دیا اور مسلمانوں کے اس عظیم مجمع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی سکیم بیان کی کہ اب مسلمانوں کو یہ طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ لوگ اس مجمع میں بے قابو ہوئے جا رہے تھے۔ انہوں نے اقرار کیا کہ ہم تجارت کی طرف توجہ کریں گے اور مسلمانوں سے ہی کھانے پینے کی چیزیں خریدا کریں گے۔ چنانچہ مجھے بتایا گیا کہ دوسرے دن صبح سے ہی شہر بھر میں اس سکیم کو عملی جامہ پہنایا جانے لگا۔

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس قادیان آئے۔ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ساری رپورٹ پیش کر دی۔ حضور رضی اللہ عنہ نے اظہار خوشنودی۔ نیز جناب سید میر عبدالسلام صاحب کی غیرت دینی پر بھی خوشی کا اظہار فرمایا + (باقی۔ باقی)

"کفر و اسلام کے درمیان معلّق"

غیر مبایعین کے اخبار پیغام صلح میں مودودی صاحب کو مخاطب کر کے لکھا گیا ہے کہ :-

"آپ کا فرمودہ ایک ایسی کلید ہے جس سے بے بہا نعمتوں کے دروازے کھولے جا سکتے ہیں۔" (۳۰ را پریل ۱۹۶۹ء صفحہ ۱)

جناب مودودی صاحب کا ایک قابل یاد فرمودہ یہ ہے کہ :-

"مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلّق ہے۔ یہ نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل برأت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جا سکے۔ نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار ہی کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جا سکے۔" (مطبوعہ خطوط ۲۲۹ / ۲۹-۱-۶۸)

الفرقان ۔ کیا غیر مبایع صاحبان ایسی فتویٰ کو "بے بہا نعمت" قرار دیتے ہیں ؟

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵- انارکلی- لاہور

عمارتی لکڑی

ہمارے ہاں

عمارتی لکڑی دیار، کیل، پڑتل، چیل

کافی تعداد میں موجود ہے

ضرورت مند اصحاب

ہمیں خدمت کا موقع دیکر مشکور فرمائیں!

- **گلوب ٹمبر کارپوریشن**

۲۵- نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور- فون ۶۲۶۱۸

- **سٹار ٹمبر سٹور**

۹۰- فیروز پور روڈ- لاہور

- **لائل پور ٹمبر سٹور**

راجباہ روڈ، لائلپور- فون ۳۸۰۸

مفید اور مؤثر دوائیں

نور کاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی خوبصورتی اور صحت کے لئے نہایت مفید خارش، پانی بہنا، پھنسی، ناخنہ، ضعفِ بصارت وغیرہ امراض چشم کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ متعدد جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ سال سے استعمال میں ہے۔

خشک و تر قیمت فی شیشی سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا، پیدا ہونے کے بعد جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا، ان تمام امراض کا بہترین علاج۔

قیمت پندرہ روپے

نور منجن

دانتوں کی صفائی صحت کے لئے ازحد ضروری ہے۔ یہ منجن دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی حفاظت اور علاج کے لئے بہت مفید ہے۔

قیمت ایک روپیہ

نورِ نظم

اولادِ نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بہترین تجویز، جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔

قیمت مکمل کورس پچیس ۲۵ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ۔ گول بازار ربوہ۔ فون نمبر ۴۸

(طابع و ناشر:۔ ابو العطاء جالندھری ⁂ مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ⁂ مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

تفہیماتِ ربّانیّہ

محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مدیر الفرقان و سابق مبلغ بلادِ عربیہ کی اس لاجواب تصنیف میں ان تمام اعتراضات کا تفصیلی اور تسلی بخش جواب دیا گیا ہے جو مخالفینِ احمدیت کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا:۔

"اس کا نام میں نے ہی تفہیماتِ ربانیہ رکھا ہے (طباعت سے پہلے) اس کا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے جو بہت اچھا ہے۔ اس کتاب کے لئے کئی سال سے مطالبہ ہو رہا تھا کئی دوستوں نے بتایا کہ عشرہ کاملہ میں ایسا مواد ہے کہ جس کا جواب ضروری ہے۔ اب خدا کے فضل سے اسکے جواب میں اعلیٰ لٹریچر تیار ہوا ہے۔ دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اس کی اشاعت کرنی چاہیئے۔" (الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

اب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بکصد صفحات اور بعض قیمتی حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس انتہائی مفید کتاب کا ہر احمدی گھرانہ میں موجود ہونا ضروری ہے۔

ضخامت آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلّد اعلیٰ سفید کاغذ گیارہ روپے ۔/ مجلّد اخباری کاغذ آٹھ روپے۔ کتابت و طباعت عمدہ۔

مکتبۃ الفرقان ربوہ

Monthly **AL-FURQAN** *Rabwah*

Regd. No. L5708 October 1969

تردید عیسائیت

کے سلسلہ میں ان کتب کا مطالعہ آپ کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

● مباحثۂ مصر — قیمت ۰٦٢

(عیسائیت کے بنیادی عقائد پر جناب مولانا ابوالعطاء صاحب مبشر اسلامی اور مشہور عیسائی پادری ڈاکٹر فلپس کے مابین فیصلہ کن مباحثہ)

● تحریری مناظرہ — قیمت ١٠٥٠

(الوہیت مسیح کے بارہ میں جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل اور مشہور عیسائی پادری عبدالحق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ جس میں دو دو پرچے لکھے جانے کے بعد پادری صاحب نے مزید کچھ لکھنے سے انکار کر دیا)

● مباحثہ مصر کا انگریزی ترجمہ — قیمت ١٠٢٥

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جملہ کتب ہمارے مکتبہ سے مل سکتی ہیں۔

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah